ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
نومبر 2024ء

خدا کو کیوں مانیں؟
اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟

انسانی جسم میں خلیوں کی تعداد
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

فکر و تدبر کی دعوت

شعر اقبال کا شکوہ

موسم سرما اور خشک میوہ جات

منہاج القرآن کراچی کے زیرِ اہتمام منعقدہ عظیم الشان سالانہ میلاد کانفرنس سے چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا خصوصی خطاب،
مختلف مسالک و مذاہب اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی معروف شخصیات اور ہزاروں کی تعداد میں مرد و خواتین کی شرکت

شیخوپورہ: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس سے خطاب،
مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات اور مرد و خواتین کی بڑی تعداد میں شرکت

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 31 شمارہ: 11 / جمادی الاول ۱۴۴۶ھ / نومبر 2024ء

زیرِ سرپرستی بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر قرۃ العین فاطمہ

فہرس

اداریہ (انسانی جان کی حُرمت)		06
خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	08
قرآن کی نظر میں حدیث وسنت کی فضیلت	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	15
فکر و تدبر کی دعوت	ڈاکٹر فرح ناز	29
شعر اقبال کا شکوہ	ڈاکٹر طاہر حمید تنولی	39
برداشت اور رواداری	ڈاکٹر زیب النساء سرویا	44
موسمیاتی تبدیلیاں۔۔۔وجوہات، مسائل اور حل	سمعیہ اسلام	51
الفیوضات المحمدیہ		56
گلدستہ (موسم سرما اور خشک میوہ جات)	خدیجہ بتول	58
فقہی مسائل	دارالافتاء تحریک منہاج القرآن	63
Maximize Your Mornings Unlock Your Day's Potential (Hadia Saqib)		70

ایڈیٹر
ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت
نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ
ڈاکٹر نبیلہ اسحاق، ڈاکٹر شاہدہ مغل
ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز
مسز حلیمہ سعدیہ، مسز راضیہ نوید
سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرواریا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم
آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم گرافکس: عبدالسلام
فوٹوگرافی
قاضی محمودالاسلام

مجلہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں
ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہو گا

بدلِ اشتراک

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ
15 ڈالر

مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ
12 ڈالر

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info | E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

اِذَآ جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ. وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا. فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّه كَانَ تَوَّابًا.

(النصر، ۱۱۰: ۱۔۳)

’’جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں (کہ) وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔ تو آپ (تشکراً) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور (تواضعاً) اس سے استغفار کریں، بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا (اور مزید رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا) ہے۔‘‘

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ. اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ.

(الکوثر، ۱۰۸: ۱۔۳)

’’بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے۔ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکرّ ہے)۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشاں ہوگا۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا: مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَهْلُ الْقُرْآنِ، هُمْ اَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّتُهُ .(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَة وَالنَّسَائِيُّ وَاَحْمَدُ وَالدَّارمي)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے کچھ اللہ والے ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون (خوش نصیب) ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھنے والے، وہی اللہ والے اور اس کے خواص ہیں‘‘۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ، كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَاَحْمَدُ).

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کے دل میں قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے‘‘۔

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی: ۳۴۰)

خواب

نہ تخت و تاج میں، نہ شکرو سپا میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے

(کلیاتِ اقبال، بال جبریل: ۶۵۴)

تعبیر

ایک دوسرے پر اعتماد کرو۔ ایک دوسرے سے تعارف کرو۔ اگر پاکستان صحیح معنوں میں طاقتور بنانے کے لیے ضرورت پڑے تو دن رات کام کرو۔ دن کو بھی اور رات کو بھی دگنی، تگنی محنت کرو۔

(کراچی کلب، 19اگست 1947ء)

تکمیل

اگر انسان میں اپنی زندگی قربان کر کے دوسروں کی زندگی بچانے کا حوصلہ پیدا ہوجائے اور نزع کے وقت بھی خود کو ملے پانی کے گھونٹ سے دوسروں کی زندگی بچانے کی تڑپ پیدا ہوجائے تو اس سوچ میں ایمان کامل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

(فرمودات قائد انقلاب، ۱۱۰)

اداریہ

انسانی جان کی حُرمت

اسلام میں سب سے زیادہ عزت و تکریم انسانیت کو حاصل ہے۔ اسلام نے ایک بے گناہ انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت اُس کے قتل ناحق پر سخت وعیدیں ہیں۔ روزِ قیامت اللہ رب العزت کے حضور جو سب سے پہلا مقدمہ پیش ہو گا وہ بے گناہ انسان کے قتل کا ہو گا۔ ہم غیر اسلامی معاشروں کی بات نہیں کرتے اسلامی معاشروں کے اندر عزت اور غیرت کے نام پر خواتین اور بچوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہ گناہ اور قابل گردن زدنی عمل ہے، ایسے مجرموں کے لئے کوئی رو رعایت نہیں ہے، اگرچہ غیرت کے نام پر قتل کو قتلِ عمد تسلیم کیا گیا ہے مگر اس کے باوجود انویسٹی گیشن، پراسیکیوشن اور ٹرائل میں خامیوں کی وجہ سے قتل جیسے جرم کے مجرم سزائوں سے بچ جاتے ہیں خاص کر کے غیرت کے نام پر قتل کر دی جانے والی خواتین کے مجرم کسی نہ کسی شکل میں ریلیف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے ایسے رویوں کو سختی کے ساتھ مسترد کیا ہے اور قصاص میں زندگی ہے کی تعلیم دی ہے۔ اسلام نے مرد و خواتین کی تفریق کے بغیر انسانی جان کی حرمت کو یقینی بنایا ہے۔

ہیومن رائٹس واچ کی 2023ء کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 333 خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا۔ اس سنگین جرم اور گناہ کبیرہ کے مرتکب اس دنیا میں تو کسی نہ کسی

طرح بچ سکتے ہیں مگر روز قیامت انہیں کوئی معافی نہیں ملے گی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے نے ''اِسلام میں محبت اور عدمِ تشدّد'' کے موضوع پر نہایت شاندار اور فکر انگیز کتب تحریر فرمائی ہیں وہ لکھتے ہیں مومن کی جان و مال کی حُرمت کعبہ کی حُرمت سے بھی زیادہ ہے۔ سیاسی، فکری یا اعتقادی اختلافات کی بناپر مسلمانوں کی اکثریت کو کافر، مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہوئے انہیں بے دریغ قتل کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے نزدیک مومن کے جسم و جان اور عزت و آبرو کی کیا اہمیت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حُرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حُرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رہنا چاہیے۔ یہ حدیث مبارکہ انسانی جان کی حُرمت کے حوالے سے تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ مرد ہو خواہ عورت ہو اُس کی جان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک بہت قیمتی ہے۔ ہمارے علمائے کرام، ہمارے اساتذہ، ہمارے والدین کو اس حوالے سے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دینی چاہیے، خاص کر کے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور نظام عدل کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ بے گناہ انسانی قتل کی روک تھام کے لئے قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بنائیں اور قتل جیسے سنگین کیسز پر تاخیری حربوں کی حوصلہ شکنی کریں اور قتل میں ملوث مجرموں کو فوری اور عبرتناک سزائیں دینے سے قتل جیسے سنگین جرم کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مزید لکھتے ہیں کہ عقائد میں اہل سنت کے امام ابو منصور ماتریدی انسانی قتل کو نصِ قرآنیہ کی روشنی میں کفر قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں جس نے کسی ایسی جان کا قتل حلال جانا جس کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے تو گویا اس نے تمام قتل کے لوگوں کو حلال جانا۔ اللہ رب العزت ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے اور انسان اور انسانیت کے احترام توفیق بخشے۔

(چیف ایڈیٹر: ماہنامہ دختران اسلام)

خدا کو کیوں مانیں؟ اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟

انسانی جسم میں خلیوں کی تعداد

خصوصی خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

مرتبہ: نازیہ عبدالستار لیکچر 5 حصہ اول

جس طرح عمارتیں اینٹوں سے مل کر بنی ہیں اسی طرح ہمارا جسم بھی اینٹوں سے مل کر بنا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عمارت کی اینٹیں بڑی ہیں جو ہمیں آنکھوں سے نظر آتی ہیں جبکہ ہمارے جسم کی عمارت جس اینٹ سے بنی ہے اس کو سیل کہتے ہیں وہ اینٹ اتنی چھوٹی ہے کہ روئے زمین پر کوئی بھی انسانی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ اس اینٹ کو دیکھنے کے لیے بڑی طاقتور مائیکرو سکوپ ایجاد کی گئی اس کے بعد الیکٹرون مائیکرو سکوپ ایجاد ہوئی اگر ہم سیل کا تفصیلی مشاہدہ کرنا چاہیں تو اس کے لیے عام مائیکرو سکوپ کام نہیں کرے گی بلکہ اس کا مشاہدہ الیکٹرون مائیکرو سکوپ سے کریں گے۔ اس خطاب میں ہم صرف ایک اینٹ کا مطالعہ کریں گے اور اس میں اللہ کی نشانیاں دیکھیں گے۔ اس اینٹ کے اندر ایک قاعدہ دیکھنے کو ملتا ہے تو آج ہم اسی اینٹ (خلیے) سے پوچھیں گے کہ ہم خدا کو کیوں مانیں؟ مزید اسی سے پوچھیں گے کہ کُل کتنی اینٹیں ہیں جس سے ہمارے جسم کی عمارت تعمیر ہوتی ہے؟

انسانی جسم میں سیل کی تعداد

ہمارا جسم سو کھرب سیلز سے بنا ہوا ہے مزید سائنس ابھی تحقیق کی منزلیں طے کر رہی ہے، 37 کھرب سیلز کا عدد بھی سائنس کی کتابوں میں ملتا ہے جب سو کھرب سیلز جمع ہوتے ہیں تو اس کے

مجموعے کا نام جسم ہے۔ اگر سو کھرب سیلز علیحدہ علیحدہ کر دیں گے تو یہ ایک جسم نہیں کہلائے گا بلکہ ایک سیل کہلائے گا۔ سیل اپنے اندر ایک کائنات رکھتا ہے۔

علاوہ ازیں اس سیل میں کام کرنے کے لیے مالیکیولز بھی ہیں۔ ہر ایک سیل کا اپنا اپنا کام ہوتا ہے۔ درج بالا عدد سیل کے سائز کے اعتبار سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ ایک سیل میں چار کروڑ 20 لاکھ مالیکیولز ہیں۔ یہ یونیورسٹی آف ٹورانٹو کی حالیہ تحقیق ہے۔ جن سو کھرب اینٹوں سے ہمارا جسم بنا ہوا ہے۔ دراصل وہ سیلز ہی ہے۔ اور وہ اینٹ سیل ہے۔ سر، ناک، آنکھ، ماتھا، دماغ، منہ، پیٹ ہمارا سارا کا سارا وجود سیل سے بنا ہے۔ اکثر یہ سوال اٹھتا ہے کہ آج ہم خدا کو کیوں مانیں؟ اس سوال کا جواب سیل خود دے گا کہ اللہ بہت بڑا انجینئر، ڈیزائنر ہے اس نے ایک نظم اور منصوبہ بندی کے ساتھ سیل کو چلایا اور بنایا ہے۔ سیل کو رائی کا دانہ بھی نہیں کہہ سکتے دراصل سیل رائی کے دانے کا کروڑواں حصہ ہے اس طرح ایک سیل کے اندر ایک پوری کائنات ہے جیسے باہر کی دنیا کی کائنات ہے جس میں ستارے، سیارے اور کہکشاں ہیں الغرض جو کچھ سیل کے اندر ہے وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہمارا کوئی خدا، خالق اور مدبر ہے۔

یہ سیل جو بہت چھوٹا خلیہ ہے اس کے اندر کروڑوں اربوں، کھربوں مخلوقات آباد ہیں۔ پوری روئے کائنات پر پونے آٹھ ارب انسان رہتے ہیں۔ 7.8 ارب آبادی کے مقابلہ میں ہزاروں، لاکھوں گنا زیادہ آبادی اس ایک سیل میں موجود ہے۔ ہمارے سیل کے ایک ایک ذرے میں کھربوں شہر، بجلی گھر اور انڈسٹریز ہیں، اس سیل کے اندر کیمیکل پلانٹ، پاور پلانٹ ذرائع نقل و حمل، مواصلات، انفارمیشن ٹیکنالوجی و دفاع کا نظام الغرض اعلیٰ قسم کے انتظامات ہیں جو 24 گھنٹے ہمہ وقت فعل رہتے ہیں۔ ہمہ وقت سیل کے اندر رہنے والے اربوں افراد ہیں مزید اس کے جز ہیں جو اس کی ہر قسم کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

انسانی جسم میں کہیں تیل کہیں معدنیات، کہیں تیزاب، کہیں گوشت، کہیں ہوا، کہیں آکسیجن، کہیں کاربن ڈائی آکسائیڈ سر سے لے کر پاؤں تک یہ ضروری اشیاء جس پر زندگی کا انحصار ہے یہ سیلز مہیا کرتے ہیں۔

سیل کا سائز کیا ہے؟

سیل کا سائز آنکھ دیکھنے اور دماغ کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہم یہاں صرف ایک آنکھ کے سیل کا مطالعہ کریں گے۔ آنکھ میں ایک بہت بڑی کائنات آباد ہے۔ آنکھ کی پچھلی سائیڈ پر ایک پردہ ہے جس کو

ریٹنا کہتے ہیں اس ریٹنا میں راڈ کی شکل میں 12 کروڑ سیلز کے خاندان آباد ہیں اس طرح اس میں 60 لاکھ بون کی شکل کے خلیے آباد ہیں۔ یہ ایک آنکھ ہے اگر دونوں آنکھوں کو جمع کر لیں تو لگ بھگ 27 کروڑ سیل روڈ کی شکل میں ہیں۔ جیسے کیمرے کے پیچھے پردہ ہوتا ہے جہاں تصویر بنتی ہے۔ اس کو بلڈ نگ بلاک کہتے ہیں۔

آنکھ کا کام یہ ہے کہ یہ چھوٹا سا سیل جس میں مدھم اور ہلکی سی روشنی آتی ہے۔ یہ پیچیدہ قسم کا الیکٹرو مکینیکل پروسس ہے۔ جس کے ذریعے گزار کر وہ تصویر کو پیغام میں تبدیل کرتا ہے۔ اور فوری طور پر آپٹیک نروز کو منتقل کرتا ہے آپٹیکل نرو مناسب تعداد تک پیغام کو دماغ تک پہنچاتی ہے۔ اتنا پیغام پہنچاتی ہیں کہ دماغ اس سگنل کو دیکھ لیتا ہے دماغ یہ بتا دیتا ہے کہ یہ گلاس ہے، ہنڈیا ہے، روٹی ہے، چائے ہے کہ بلڈ نگ ہے، یہ تارہ ہے، یہ بندہ ہے، یہ بچہ ہے، یہ بوڑھا ہے جبکہ آنکھ کا کام پیغام دینا ہے۔ دماغ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے اگر کسی نے آپ کو سوئی چبھوئی تو نرو سیل اس کو ایک الیکٹرک سگنل میں تبدیل کر کے دماغ تک پہنچاتا ہے۔ روشنی کو معلوم کرنے والے مالیکیولز تقریباً 3 کروڑ ایک سیل میں ہوتے ہیں۔ بعض تحقیق میں 4 کروڑ 20 لاکھ بھی بیان ہوئے ہیں مگر مختلف سیلز کے 3 سائز کے اعتبار سے کئی جگہوں پر یہ عدد مختلف بھی ہوتا ہے۔

یہ لائٹ کیچنگ مالیکیولز ہوتے ہیں یہ تمام مالیکیولز اپنی توانائی کی ضرورت کو بھی خود پورا کرتے ہیں۔ زندگی کے لیے ہر عضو کو توانائی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ہر سیل نے کروڑوں کام کرنے ہیں۔ اس کے اندر پوری کائنات آباد ہے۔ ان کو توانائی چاہیے لہذا ہر سیل کے اندر ہی بجلی گھر ہیں۔ ریٹنا سیل میں ایک ہزار سے لے کر 250 ہزار تک پاور پلانٹس ہیں جو شب و روز کام کرتے ہیں۔ ان کو مائیکرو کانڈریا کہا جاتا ہے۔ جس طرح بجلی گھر کو ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح کس ذات نے یہ 250 ہزار پاور پلانٹ اس ریٹنا میں قائم کر دیے تاکہ حسب ضرورت توانائی پیدا کریں؟

پورے جسم میں یہی کیفیت ہے ایک منظم نظام قائم ہے۔ درخت، گھاس، پھول، چڑیا، پرندے حتی کہ مچھر، مکھیاں بھی اسی سیل کے ساتھ بنتے ہیں۔

الغرض کائنات میں جو جو چیز زندہ ہے وہ سیل کے ساتھ بنی ہے۔ اگر 10 لاکھ سیل جمع کر دیں تو اس کا سائز پن کی ایک نوک کے برابر بنتا ہے۔ اگر کاغذ پر ایک نکتہ لگائیں تو دس لاکھ سیلز اس نکتہ جتنی جگہ گھیریں گے۔ اللہ تعالی نے ہر سیل کو ایک کائنات بنایا ہے اس سیل کی الگ الگ ذمہ داریاں ہیں۔ جیسے جیسے ان کو ذمہ داریاں دی گئی ہیں اُن کے مطابق ان کا سائز اور شکل بنائی گئی ہے۔ ان کی ذمہ داریوں کے مطابق ہی ان کے احوال قائم کیے گئے ہیں۔

خلیات کی اقسام

سیل کے کچھ نمونے درج ذیل ہیں:

نروسیل: یہ خلیے پورے جسم سے پیغامات لے کر دماغ کو پہنچاتے ہیں اس کی شکل بھی اللہ رب العزت نے جاسوسی والے جال کی طرح بنائی ہے جیسے جاسوس ایجنسی ہر طرف جال پھیلاتی ہے۔ اگر کسی نے چھوٹی سی آہ بھی لی وہ بھی خبر ان تک پہنچ جاتی ہے۔ کان کیونکہ نروسیل کا ایسا حصہ ہے اگر کوئی کھانا کھائے تب بھی خبر ہوتی ہے کوئی گفتگو کرتا ہے تب بھی خبر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی سرگوشی کی بھی نروسیل کو خبر ہو جاتی ہے۔

سپرم سیل: یہ کیڑے کی طرح ہوتا ہے جس نے چوہے کی طرح آگے بڑھنا ہوتا ہے اس سیل کی شکل الگ بنائی ہے۔ عورت کا اووم ہے جس چیز نے اس سپرم سیل کو کیری کرنا ہے اس کی شکل الگ بنائی ہے۔ سرخ رنگ کا ریڈ بلڈ سیل ہے۔ وائٹ بلڈ سیل ہے ان کا جو کام ہے اس کے مطابق اس کی شکل بنادی ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ سارے ہی سیلز ہیں مگر ان کی شکلیں جدا جدا کیوں ہیں؟ ان کی مختلف شکلیں کس نے بنائیں؟ ہم خدا کو کیوں مانیں اس پر میرا سوال ہے کہ ایک ہی سیل سے سب کچھ بنا یہ شکلیں کس نے جدا بنائی ہیں؟ اگر یہ سمجھیں کہ انسان خود ہی خدا ہے اور یہ سوچ دی جارہی ہے کہ کائنات خود خدا ہے۔ کائنات نے خود سیل میں گھس کر شکلیں تو جدا نہیں بنائیں۔ اگر کہیں کہ انسان خود خدا ہے حالانکہ انسان کو یہ علم ہی نہیں کہ میں کتنے سیلز سے بنا ہوا ہوں اور اس کے کتنے کام ہیں یہ معلومات تو سائنس نے کتاب کے ذریعے دکھائی ہے کہ سیل کی اتنی بڑی ذمہ داریاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: انتظار کرو ہم تمھیں تمھارے اندر اپنی نشانیاں دکھادیں گے اس سے پتہ چلا ہمیں سائنس و تحقیق کی آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔

مزید یہ معلومات بھی جان لیں کہ انسان کو کام کے لیے توانائی کی ضرورت ہوتی ہے اس توانائی کے لیے خون میں شکر کو بطور ایندھن جلایا جاتا ہے۔

سیل میں توانائی کی پیداور

پورے جسم میں سیل کے اندر موجود بجلی گھر ایندھن سے چلتے ہیں اور شوگر ایندھن ہے ہم جو کچھ کھاتے اور پیتے ہیں اس میں شوگر ہوتی ہے۔ اب انسانی ضرورت کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ ایندھن پڑا نہ رہ جائے جتنی ضرورت ہے وہ جل جائے۔ سیل کو جتنی توانائی کی ضرورت ہے وہ شوگر کو جلا کر توانائی پیدا کرے۔ اتنی زیادہ بھی نہ جلالے کہ شوگر کم ہو جائے۔ اور نہ اتنی کم جلائے کہ بلڈ میں شوگر بچ جائے کہ

بندہ شوگر کا مریض ہو جائے۔ اگر بلڈ میں شوگر زیادہ بچ جائے گی تو اس کا لیول ہائی ہو جائے گا یہاں اللہ نے ایک چھوٹا سا عضو اور بنایا ہے وہ ہے پینکریاز (لبلبہ) اس میں انسولین پیدا ہوتی ہے۔ وہ تمام ہارمون کو پیغام دیتی ہے کہ شوگر کا لیول زیادہ ہو گیا ہے جو انسان کے لیے خطرناک ہے لہٰذا اس کو زیادہ جلاؤ تا کہ شوگر کا لیول اپنی صحیح جگہ پر آجائے اور شوگر کا لیول کنٹرول ہو جائے۔

اگر شوگر کا لیول نیچے چلا جائے تو جگر میں شوگر کا لیول کسی اور چیز میں تبدیل ہو کر سٹور ہو کر پڑا ہوتا ہے۔ اگر شوگر کا لیول کم ہو جائے تو لیور اس کو دوبارہ شوگر میں تبدیل کرتا ہے۔ شوگر پھر بلڈ لیول کو اونچا کرتی ہے۔ اب میرا سوال ہے کہ لیور کو عقل و شعور کس نے دیا اور پینکریاز کو عقل و شعور کس نے دیا کہ شوگر کا لیول کم ہو گیا ہے اب اس کو مزید شوگر چاہیے یہ کون بتاتا ہے؟ یہ ذی شعور انسان نہیں ہیں ان کے پاس کمپیوٹر نہیں ہیں، ان کے پاس لیبارٹریز نہیں ہیں۔ ان کے پاس چیک کرنے کے لیے سائنسی آلات نہیں ہیں۔ یہ تو عضو چھوٹے چھوٹے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کو پیغام کون دیتا ہے کہ شوگر زیادہ چاہیے ریلیز کرو شوگر بڑھ گئی ہے زیادہ جلانا ہے کنزیوم کرو، لبلبہ پیغام دے رہا۔ اس طرح جتنی توانائی کی ضرورت پڑتی ہے اتنا ایندھن میسر ہوتا ہے پاور ہاؤس میں اتنی پاور پیدا ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے دل کی دھڑکن بھی چلتی ہے۔ ہمارا دل ایک دن میں ایک لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے۔ وہ غذائی ضروریات کو بلڈ میں بھیجتا ہے ریڈ بلڈ سیلز ان کو لے کر جاتے ہیں اور پورے جسم کے ایک ایک سیل اور ٹشو کو پہنچا کر آتے ہیں۔

آخر اِس سارے عمل کو اتنے نظم سے انجام دینے کا شعور کس نے دیا ہے؟ ان کی ابتداء تو ماں کا چھوٹا سا اووم تھا یا باپ کا چھوٹا سا سپرم تھا جس سے زائیگوٹ بنا تھا اس نفس واحد سے پوری کائناتیں بنی تھیں۔ ہر ایک سیل کے اندر ایک کائنات چل رہی ہے۔ ہر ایک عضو اپنے فرائض انجام دے رہا ہے، ان کو کون شعور دے رہا ہے؟ ان کے پاس تو کوئی پارلیمنٹ، عدالتیں اور ججز نہیں ہیں۔ ان کے پاس ایگزیکٹو اور بیوروکریٹس نہیں جو آڈرز دیں بلکہ وہ ہمارے اندر ہیں جو اعلیٰ اندرونی کائنات کا نظام چلا رہے ہیں وہ نظام اس طرح چلاتے ہیں کہ دل کی دھڑکن بھی اسی توانائی سے چلتی ہے، سانس بھی جاری رہتا ہے۔ سانس لینے کے لیے سینہ سکڑتا اور پھیلتا ہے، پلکیں جھپکتی ہیں اس کے لیے بھی توانائی درکار ہے۔ ہر حرکت و عمل کے لیے جتنی توانائی درکار ہے وہ ملتی رہتی ہیں۔

انسانی جسم کو بے حساب توانائی درکار ہے مگر اس میں کبھی لوڈشیڈنگ نہیں ہوتی، جب کہ جو دنیا انسان چلا رہے ہیں، اس میں تو ہر وقت لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔ یہ کون سی دنیا ہے جس میں لوڈشیڈنگ بھی نہیں ہوتی اور ہر مہینے بل بھی نہیں آتے یہ ایک خود کار نظام ہے تو خود کار نظام خود بالکل

حادثاتی طور پر تو نہیں چل پڑا۔ کس نے اس خوبصورت اور منظم نظام کو بنایا ہے؟ کس نے ہمارے جسم کے اندر اس نظام کو نافذ کیا ہے؟ اور کون یہ نظام چلا رہا ہے؟ وہی خدا ہے اور صرف خدا ہے۔ یہ پاور پلانٹ تمام خلیوں میں ہے کیونکہ ہر سیل کو توانائی کی ضرورت ہے۔ سوائے خون کے اندر ریڈ بلڈ سیلز کے کیونکہ ان میں پاور پلانٹ نہیں ہوتے کیونکہ ان کا کام ویسا نہیں جیسے باقی خلیات کے فنکشنز ہوتے ہیں، سرخ خلیے کسی چیز کو بناتے نہیں ہیں جبکہ باقی سیلز کا کام چیزوں کو بنانا ہے اور چلانا ہے۔ سرخ خلیوں کا کام محو سفر رہنا ہے سرخ خلیے کیریئر ہیں اچھی چیزیں اندر لے جاتے ہیں اور بری چیزیں باہر لے آتے ہیں کیونکہ انھوں نے چیزوں کو بنانا نہیں اس لیے خون کے اندر جو سرخ خلیے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے پاور پلانٹ نہیں رکھے۔

خلیوں میں پاور کی یہ تفریق کس نے کی ہے؟ جسم میں سپلائی اور ٹرانسپورٹ کا نظام ہے جس چیز کی جہاں سپلائی درکار ہے خون کے اندر سیل کی شکل میں ٹرانسپورٹ کا نظام موجود ہے۔ ٹرانسپورٹنگ ہو رہی ہے اور ٹرانسپورٹنگ کی رفتار بھی خالق کی انجینئرنگ کی ایک الگ خاصیت ہے۔

خون کی گردش کی رفتار

خون کے سرخ خلیے ڈیڑھ منٹ کے اندر یعنی 90 سیکنڈ میں 75 ہزار میل کا سفر طے کرتے ہیں جو راؤنڈ دی ٹریپ جسم کے اندر جانا اور آنا سفر کرتے چلے جا رہے ہیں یہ خلیے کبھی راستہ نہیں بھولتے۔ ٹریفک میں سگنل کروس نہیں کرتے۔ غلط روڈ پر نہیں جاتے۔ کسی اور محلے میں نہیں چلے جاتے ان کو کس نے یہ پتہ بتایا ہے کہ یہاں پہنچنا ہے یہ یہ چیزیں ساتھ لے جاتی ہیں اور اتارنی ہیں فلاں چیز واپس لے آنی ہے۔ کس راستے سے جانا ہے اور کس راستے سے واپس آنا ہے کیا یہ اتفاقیہ ہو رہا ہے؟ اور ان کا کوئی خالق نہیں، کوئی پلانر، ڈیزائنر اور بتانے والا نہیں؟ کوئی گائیڈ کرنے والا نہیں تو پھر سب کچھ خود بخود کیسے ہو گیا؟ جسم کو اشیاء و ضروریات مہیا کرنے والے یہ سیلز دنیا کی کل آبادی سے کم از کم 20 ہزار گنا زیادہ ہیں۔ ہر سیل کے اندر قدرت نے بہت بڑا معجزہ رکھا ہے اب سوچئے کہ انسانی جسم میں یہ نظام کس نے بنایا ہے؟ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کیا یہ کوئی حادثاتی عمل ہو سکتا ہے؟ علاوہ جسم کے اندر جو معجزہ رکھا ہے اس کا نام DNA ہے۔

اہم نکات

"خدا کو کیوں مانیں اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟ کے موضوع پر پانچویں نشست سے خطاب کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ

نوجوان بیٹے اور بیٹیاں اپنے مَن کے اندر اللہ کی محبت کی ایسی پیاس پیدا کریں کہ جب اُس ذاتِ حق کے ذکر اور یاد کا پانی پیو تو مَن کے اندر ٹھنڈک چلی جائے۔ نوجوانو! رب ذو الجلال کے تابع فرمان بن جاؤ۔ جو اُس کی اطاعت میں آجاتے ہیں، اُنہیں باری تعالیٰ اپنا عشق و محبت اور قُرب عطا فرماتا ہے۔ آج کے نوجوان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بغیر محنت کے ہر چیز حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میرے بیٹو اور بیٹیو! پڑھنے اور سمجھنے کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آپ سب اپنے مذہب کی تعلیمات اور قرآن کا مطالعہ کیا کریں، اور اس میں غور و فکر اور تدبر کیا کریں۔ اللہ کے عاشقوں کے دل اللہ کے راز اور اَسرار و رُموز کے میدانوں کی سیر کرتے ہیں۔

- انہوں نے کہا کہ انسان کا جسم 100 کھرب خلیوں (cells) کے ساتھ تشکیل پاتا ہے اور ہر سیل اپنے اندر ایک کائنات ہے۔ ایک سیل کے اندر 100 ارب atoms اور 4 کروڑ 20 لاکھ مالیکیولز ہوتے ہیں۔ ان سیلز پر تحقیق سے معلوم ہوگا کہ کوئی ذات ہے جس نے انہیں ڈیزائن کیا، بنایا اور پھر ترتیب سے ان کی جگہوں پر لگایا ہے۔... وہی خدا ہے۔ کائنات میں تمام اشیاء خلیات (cells) سے مل کر بنی ہیں۔ ایک خلیہ کا سائز اتنا ہوتا ہے کہ 10 لاکھ خلیات (cells) جمع کیے جائیں تو ان کا سائز ایسے بنتا ہے جیسے بال پوائنٹ کی نوک ہوتی ہے۔ انسانی جسم کے ہر خلیہ (cell) کے اندر ایک کائنات آباد ہے۔ خدا نے اس سیل کی ضرورت کی تمام اشیاء اس کے اندر پیدا کی ہیں۔ جیسا کہ آنکھ کے retina کے خلیات میں ایک ہزار سے اڑھائی ہزار تک پاور پلانٹس ہوتے ہیں اور وہ پاور پلانٹس جسم میں موجود شوگر سے چلتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ آنکھ کے ایک سیل سے پورا انسان تشکیل پاسکتا ہے۔ ہمیں علم، تحقیق اور سائنس کی آنکھ کھول کر ان آفاقی حقیقتوں کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس سے ہمیں خدا کے وجود کا پتہ ملے گا۔

انہوں نے کہا کہ انسانی دل ایک دن میں ایک لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے اور جسم میں موجود تمام سیلز کو خون مہیا کرتا ہے۔ انسان کے اندر موجود تمام خودکار نظام خود سے نہیں بنے، بلکہ انہیں کسی نے بنایا ہے اور انہیں ان کے معاملات کا شعور دیا ہے۔۔۔ وہی خدا ہے!۔ خون کے سرخ خلیات (red blood cells) ہر 90 سیکنڈز میں 75 ہزار میل کا سفر کرتے ہیں۔۔۔ سوال یہ ہے کہ انہیں کون گائیڈ کرتا کہ انہوں نے کب، کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ کوئی تو ان کا تخلیق کار اور ان کا صورت گر ہوگا؟۔۔۔ وہی خدا ہے!۔

قرآن کی نظر میں حدیث وسنت کی فضیلت

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

باری تعالیٰ نے رسول اللہ کی ذات اقدس کو اپنے جملہ معاملات میں اکمل بنایا ہے اور آپ کو اپنے ظاہر و باطن میں اجمل بنایا ہے اور آپ کو اپنی سیرت و شخصیت اور اسوہ حسنہ میں تمام لوگوں سے افضل بنایا ہے اور آپ کو اپنے فرائض نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں اور لوگوں کی راہنمای اور رہبری میں اعظم بنایا ہے۔ اپنے ہر امتی کے حق میں اور تمام انسانوں کے لیے آپ کو اکرم بنایا ہے۔ آپ کو اپنی بارگاہ میں ہر لمحہ رجوع الی اللہ کی کیفیات اور شریعت اسلامی کی پیروی میں اسلم بنایا ہے۔ آپ کو اپنی عادات وخصائل میں بہت بڑا بردباد اور تحمل والا احلم بنایا ہے۔

باری تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس کو علوم اولین وآخرین کا منبع و سرچشمہ بنا کر اعلم بنایا ہے۔ آپ کو شریعت اسلامی کی تشریح اور تشریع میں مصدر الامر بنایا ہے اور اس پوری کائنات خلق کی ایک ایک چیز کے لیے آپ کی ذات اقدس کو باری تعالیٰ نے مصدر خلق بنایا ہے اور حتی کہ کائنات کے آغاز وارتقاء اور اس کون ومکان کی اصلیت کے تناظر میں آپ کی ذات اقدس کو مدار تق اور مبدا فتق بنایا ہے۔ حتی کہ اس کائنات کو جس جس جہت سے دیکھیں اور جس جس انداز سے جانیں اس کا اصل منبع اور سرچشمہ باری تعالیٰ نے آپ کی ہی ذات کو بنایا ہے اور اس کائنات میں سب سے بڑا بول اللہ ہی کا ہے اور اس کے بعد اس کائنات میں دوسرا بڑا بول اللہ کے رسول ﷺ کا ہے جس کا اعلان باری تعالیٰ نے خود یوں کیا ہے:

”اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔“ (النجم، ۵۳: ۳، ۴)

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”خبردار بے شک مجھے اللہ نے قرآن عطا کیا ہے اور اس قرآن کی مثل سنت و حدیث بھی عطا کی ہے۔“ (رواہ احمد، ابوداؤد)

اسی طرح دوسری حدیث میں فرمایا:

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا کسی چیز کو حرام ٹھہرانا ایسے ہی ہے جیسے اللہ کا کسی چیز کو حرام ٹھہرانا ہے۔“ (ابن ماجہ)

اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر واضح کیا۔ اللہ رب العزت نے ان کو دو وحی عطا کی ہیں ایک وحی القرآن ہے اور دوسری وحی السنہ، وحی القرآن یہ وحی متلو ہے اس کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس وحی کی تلاوت کے ذریعے عبادت کی جاتی ہے جبکہ وحی السنہ سے مراد وہ وحی ہے جو غیر متلو ہے۔ اس کی تلاوت نہیں کی جاتی اور اس کی تلاوت کے ذریعے عبادت نہیں کی جاتی۔ بعض احادیث رسول میں رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً لفظ وحی کا استعمال سنت کے لیے کیا ہے جیسے کہ آپ نے فرمایا:

”باری تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ لوگ باہمی عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کریں اور کوئی بھی ایک دوسرے پر فخر نہ کرے۔“ (رواہ مسلم)

امام اوزاعی، حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ

”جبرائیل امین رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر جس طرح قرآن نازل کرتے تھے اس طرح سنت کو بھی نازل کرتے تھے۔“ (رواہ الدارمی)

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں:

”قرآن کا معنی و مفہوم سمجھنے کے لیے ہمیں سنت کی ضرورت و حاجت ہے۔“ (رواہ الدارمی)

امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں اسی حقیقت کو یوں واضح کیا ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے کوئی بھی چیز امت پر وحی کے بغیر فرض نہیں کی ہے۔ پس وحی میں سے بھی ایک وحی وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور دوسری وحی وہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابت ہوتی ہے۔“ (کتاب الام، کتاب الرسالہ)

مزید برآں فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے اور آپ پر وحی نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی تلاوت کریں اور دوسری وحی میں آپ سے یہ فرمایا ہے:

> اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو جملہ معاملات میں اکمل و مکمل بنایا ہے

افعل کذا توآپ نے فیصلہ پر عمل کرکے اس کو ویسے ہی کیا ہے جیسا آپ کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام ابن حزم نے اپنی کتاب الاحکام میں بھی اس حقیقت کو یوں واضح کیا ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنے رسول کو دو طرح کی وحی عطا کی ہے۔ ایک وحی متلو ہے اور دوسری وحی مروی ہے۔ یہ دونوں وحییں حقیقت میں ایک ہی چیز ہیں۔ اس لیے کہ دونوں کا منبع و سرچشمہ اللہ کی ذات ہے اور اسی بناپر ان دونوں کا حکم بھی ایک ہے۔ امام ابوالمعالی جوینی بیان کرتے ہیں کہ:

دوسری قسم وہ ہے جس میں باری تعالیٰ جبرائیل سے فرماتا ہے اقرا علی النبی رسول اللہ پر ان آیات قرآن کو تلاوت کرو۔ پس جبرئیل امین ان آیات و کلمات کو لے کر آتے ہیں اس طرح کہ ان الفاظ و کلمات میں کوئی معمولی سی تبدیلی بھی نہیں کرتے۔ پس اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں قرآن کلام اللہ کے الفاظ کی روایت کا نام ہے جبکہ سنت رسول ﷺ کلام اللہ کے معنی کی روایت کا نام ہے پہلے سے مقصود تلاوت و عبادت ہے جبکہ دوسرے سے مراد روایت و نقل ہے۔

پس قرآن اور سنت دونوں وحی ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ پس قرآن کا اثبات سنت کا اثبات ہے اور سنت کا انکار قرآن کا انکار ہے اور یہ اصول ہم اس آیہ کریمہ سے اخذ کرتے ہیں جس میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اور انہوں نے (یعنی یہود نے) اللہ کی وہ قدر نہ جانی جیسی قدر جاننا چاہیے تھی جب انہوں نے یہ کہہ (کر رسالتِ محمدی کا انکار کر) دیا کہ اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نہیں اتاری۔“ (الانعام، 6: 91)

یہ آیہ کریمہ واضح کرتی ہے کہ اللہ کی قدر اور اس کی عظمت الوہیت کا اثبات اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اقرار رسالت اور تسلیم نبوت کا اعتراف نہ کر لیا جائے۔ اس لیے کہ اللہ تک پہنچنے اور اس کی قدر و عظمت کو جاننے کا واحد واسطہ اور اکیلا وسیلہ صرف اور صرف نبوت و رسالت کا ہے۔ معرفت الٰہیہ کی خبر اور وجود باری تعالیٰ کا علم اور شان الوہیت کی معرفت، شریعت اسلامی کا لوگوں تک ابلاغ اور اللہ کی اطاعت کی عملی صورت اور اس کے احکام و فرمودات کی پیروی ہمیں رسولوں اور نبیوں

کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ یہ رسول وانبیاء ہی ہیں جو اپنے خالق سے احکام حاصل کرتے ہیں اور مخلوق خدا تک اس کے احکام کو پہنچاتے ہیں جو اللہ سے لیتے ہیں اور مخلوق میں بانٹتے ہیں۔ یہ اللہ کا کلام واسطہ وحی کے ذریعے سنتے ہیں اور اس کی مخلوق کے لیے روایت کرتے ہیں۔

پس ہم تو صرف اللہ کی ذات پر ایمان لاتے ہیں اور ہم توحید کا اقرار اور اعتراف کرتے ہیں اور آپ کی عظمت و رفعت کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شانِ نبوت سے سرفراز فرما دے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے طورِ سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے (الغرض عالمِ بشریت کے لیے خطابِ اِلٰہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہو گا)، بے شک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے۔" (الشوریٰ، 42: 51)

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا ہے باری تعالیٰ اپنا کوئی امر اور کوئی حکم براہ راست اپنی مخلوق کو نہیں دیتا ہے وہ جب بھی اپنا کوئی حکم اور کوئی امر اپنے بندوں کو دیتا ہے تو وہ رسول اور نبی کے واسطے کے ذریعے دیتا ہے۔

اللہ اپنے بندوں میں کسی ایک بندہ کو اپنی نبوت و رسالت کے لیے چن لیتا ہے اور اس کو اپنے ساتھ بالواسطہ اور بلاواسطہ خطاب و کلام کی سعادت عطا کرتا ہے اور اس پر اپنا کلام نازل کرتا ہے تو وہ نبی اللہ کا رسول بن کر اس کا کلام ان تک پہنچاتا ہے اور اس کی نیابت میں اس کے بندوں سے بات کرتا ہے اور لوگوں کو اس امر اور اس کی نہی کی خبر دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خطاب نبی کو اپنا خطاب قرار دیتا ہے اور کلام نبی کو اپنا کلام قرار دیتا ہے اور اخیار نبی کو اپنی خبر قرار دیتا ہے اور بیان نبی کو اپنا بیان قرار دیتا ہے۔ اطاعت نبی کو اپنی اطاعت کہتا ہے۔ معصیت النبی کو اپنی معصیت سے تعبیر کرتا ہے، سنت نبی کو اپنا راستہ قرار دیتا ہے اور اتباع نبی کو اپنی دلیل قرار دیتا ہے وہ اپنے ملائکہ کے ذریعے اپنے نبی کی زبان سے یہ اعلان کراتا ہے۔

رسالت و نبوت ایک عظیم منصب ہے۔ رسالت ایک عظیم نعمت ہے اس کا مقام و مرتبہ بہت بلند و بالا ہے۔ یہ اللہ ہی کی مشیت ہے جس کو چاہتا ہے اس کو منصب کے لیے چن لیتا ہے اس کے بعد پھر قول رسول کسی عام آدمی کے قول کی طرح نہیں ہوتا:

"اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔" (النجم، ۵۳: ۳،۴)

پھر فعل رسول کسی عام بشر کے فعل کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ فعل الٰہی بن جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اور پھر صراطِ رسول کسی عام آدمی کے صراط کی طرح نہیں ہوتا۔ (الانفال،8: 17)

بلاشبہ اللہ نے اپنے مرسل کی نعمت پر شکر گزاری کا حکم دیا ہے۔ (الانعام،6: 126)

باری تعالیٰ نے اپنے دین کو صحیح عدالت کی علوت سے بلند کیا ہے اور واضح کیا ہے اور دین کی تمام باتوں کو اپنے رسول کے ذریعے اعلیٰ ضبط کے ساتھ پہنچایا ہے اور اپنے دین کو تمام شذوذ سے محفوظ کیا ہے اور اس دین کو ہر علت، طعن اور سوء حال سے محفوظ و سالم رکھتے ہوئے لوگوں تک اسے پھیلایا ہے اور ہماری دین کی نسبت اور سند کو اول سے آخر تک اتصال کے شرف سے نوازا ہے۔

سند کے اس امتیاز سے یہ یقین و اعتماد حاصل ہوا ہے۔ من اطاع فقد اطاع اللہ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، ومن عصاہ فقد عصی اللہ۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے اور مقبول اور مردود میں امتیاز کرنے والی ہے اور اللہ نے آپ ﷺ کے اعمال اور احوال کو صحیح، حسن اور ضعیف کے درمیان روایت کے اعتبار سے تقسیم کیا ہے اور اللہ نے آپ ﷺ کے ذکر کو مرفوع لہ بناکر رفعت دی ہے اور آپ ﷺ کی محبت و مودت کو اہل ایمان کے لیے مسند بنایا ہے اور آپ ﷺ کے ہر حکم کو اپنے سے متصل کیا ہے اور اللہ نے ہر عمل کی قبولیت کو آپ ﷺ کی اتباع کامل پر موقوف کیا ہے اور اللہ نے کمالِ ایمان کو جو کچھ آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اس پر مقطوع کیا ہے۔

> قرآنی احکام کے مطابق حدیث و سنتِ رسول ﷺ کا سمجھنا بھی تفقہ فی الدین ہے

اس طرح کہ وہ ایمان منقطع نہ ہو اور وہ ایمان مفصل نہ ہو اور وہ ایمان مرسل نہ ہو اور جس نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی نسبت اتصال کو منقطع کیا اور جس نے آپ ﷺ کی نسبت اسناد کو درمیان سے منقطع کیا تو اس کا ایمان درمیان ہی میں معلق ہو جائے گا اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ ہدایت کو بدل دیا تو اس کی حیثیت مقلوب کی ہو جائے گی اور جس نے مختلف اسانید میں اختلاف کیا ہے اور ان میں ترجیح کو قائم نہ کر سکا اور نہ ہی ان میں مطابقت و تطبیق کر سکا تو وہ مضطرب ہو جائے گا اور جس شخص نے ایک علت قادمہ کو اس سند کے باطن میں داخل کر دیا اس حال میں کہ اس کا ظاہر ہر علت

قادمہ سے محفوظ ہوا تو یہ معلل ہو جائے گا اور جس شخص نے کسی ثقہ کی پیروی کرتے ہوئے اس شخص کی مخالفت کر دی جو اس سے بھی زیادہ اوثق تھا تو یہ شخص شاذ ہو جائے گا اور جس شخص نے کسی کا اصل نام ترک کر دیا یا اس کی کوئی چیز پوشیدہ رکھی جبکہ اس کا ذکر کسی اور جہت سے معروف تھا تو اس نے مدلس ہونے کا ثبوت دیا اور جس نے اپنے شیخ سے حدیث کو لیا مگر اس کا نام ذکر نہیں کیا تو وہ مبہم ہو جائے گا اور جس نے ایک کلام میں دوسرے کے کلام کو بھی داخل کر دیا وہ مدرج ہو گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہم قرآن کو قرآن اور حدیث کو حدیث سمجھتے ہیں

اور جس نے حدیث کے اعراب اور حروف کو بدل دیا وہ محرف ہو جائے گا اور جس نے کسی کلمہ کی شکل کو نقطوں کے ساتھ تبدیل کر دیا وہ مصحف ہو جائے گا۔ جس نے کسی کی خواہش میں کسی پر تہمت لگائی تو وہ شخص متروک ہو جائے گا اور اگر کسی ضعیف نے کسی معروف کی مخالفت کی جو اس سے اولیٰ اور اوثق تھا تو ایسا شخص منکر ہو جائے گا اور جس نے کسی چیز کو بنایا اور اس کو گھڑا اور اس کو کذباً کہا اور اس کو خود تراشا تو وہ شخص وضاع ہو جائے گا اور اس کی روایت موضوع ہو گی اور یہ قسم سب سے زیادہ خطرناک اور بہت زیادہ نقصان کی حامل ہے۔

خبر مرسل بھی علم حدیث میں ایک قابل اعتماد اور قابل ترجیح حیثیت رکھتی ہے۔ اکثر ائمہ حدیث کا یہی موقف ہے اس خبر مرسل کو کسی بھی قسم کے سہارے اور مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث ضعیف اور حدیث مجروح کو ضرورت پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقُّہ (یعنی خوب فہم و بصیرت) حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف پلٹ کر آئیں تا کہ وہ (گناہوں اور نافرمانی کی زندگی سے) بچیں۔“ (التوبة، 9: 122)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ طائفہ و گروہ جو دین میں تفقہ و فہم حاصل کرتا ہے اور جو دین میں تخصص و مہارت حاصل کرتا ہے وہ جب اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو اس کو اپنی قوم کے اندر

اللہ کا خوف وڈر اور تقویٰ و زہد پیدا کرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ نے اس گروہ کے بارے میں خبر دی ہے کہ ان کی قوم پر ان کی بات کو قبول کرنا واجب اور ضروری ہے۔

یہ آیہ کریمہ یہاں ان کی طرف سے کسی بھی خبر کے دینے اور کسی بھی قسم کے ڈر کے سنانے میں کسی بھی نوعیت کا کوئی فرق قائم نہیں کرتی ہے اور نہ ہی یہ فرق قائم کرتی ہے کہ وہ جو براہ راست خبر دیں اور وہ جو بالواسطہ بات پہنچائیں اور جس کا ارسال کریں ان میں کسی قسم کا فرق ہوگا اور اس آیہ کریمہ نے اس بات میں بھی کوئی فرق قائم نہیں کیا ہے کہ وہ خبر پہنچانے والا صحابی ہے یا تابعی ہے یا ان کے بعد کے طبقہ کا ہے اور نہ ہی اس آیت نے یہ فرق قائم کیا ہے کہ وہ خبر پہنچانے والا اور ڈر سنانے والا وہ مسند ہے یا مرسل ہے۔

جیسا کہ باری تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں مخبر مسند اور مخبر مرسل کی بات ہی نہیں کی ہے۔ مطلقاً مخبر کی بات کی ہے خواہ وہ مخبر مسند ہو یا مخبر مرسل ہو۔ یہ دونوں قبول ہیں اس لیے خبر مسند اور خبر مرسل دونوں اصلاً قبول ہی قبول ہیں جبکہ مخبر فاسق کی بات اس آیہ کریمہ میں کی ہے۔ ارشاد فرمایا:

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو“۔(الحجرات، 49: 6)

اس آیہ کریمہ کی دو قرات بیان کی گئی ہیں۔ یہ دونوں روایتیں متواتر ہیں۔ تبینوا او فتثبتوا تم ان کی اچھی طرح چھان بین کرلو، تم اس فاسق کی خبر کا اچھی طرح ثبوت لے لو اور تحقیق کرلو۔ یہاں یہ نہیں فرمایا فلا تقبلوا تم سرے سے فاسق کی خبر کو قبول ہی نہ کرنا یا او ردوہ تم فاسق کی خبر کلیتاً رد کر دینا یا یہ بھی نہیں فرمایا اترکوہ تم فاسق کی خبر کو بالکل چھوڑ ہی دینا اور بالکل اس سے کوئی تعلق ہی نہ رکھنا اور اس کو کاملاً ترک کر دینا بلکہ امر حق فاسق کی خبر کے بارے میں یہ ہے تم اچھی طرح اس میں تبین کا اہتمام کرنا۔ تم خبر فاسق کو تحقیق کے میزان پر تولنا اور تم خبر فاسق کو تثبت کے ترازو میں تولنا۔

باری تعالیٰ نے خبر فاسق کے ہی لیے تبین اور تثبت کا حکم دیا ہے اور آیت کریمہ کا نفس مضمون خود واضح کرتا ہے کہ وہ

راوی جو عادل ہے اور جو ثقہ ہے اس کی خبر کے تبین اور تحقق کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ خبر مرسل کا راوی عادل ہے اور ثقہ ہے بس اس بنا پر اس کی خبر کو قبول کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ آیہ کریمہ مخبر کے مسند ہونے اور مخبر کے مرسل ہونے کا فرق نہیں کرتی۔

احادیث نبویہ ﷺ سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میری ہر ہر حدیث کو لوگوں تک پہنچاؤ۔“

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو اس وقت میری مجلس میں موجود ہے وہ میری بات کو اس تک پہنچا دے جو اس وقت غیر حاضر ہے۔“ (رواہ البخاری)

ان دونوں احادیث مبارکہ میں امر تبلیغ پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو مامور کر رہے ہیں۔ امر تبلیغ تو ہر حالت اور ہر صورت اور ہر حال و مجال میں ادا کیا جاتا ہے۔ امر تبلیغ سے عمل کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جب کوئی امر کوئی راوی اپنے بعد کے لوگوں تک پہنچاتا ہے تو وہ اس کی تبلیغ کی بناپر عمل شروع کر دیتے ہیں اور یہ دونوں احادیث اس میں فرق نہیں کرتی ہیں کہ وہ راوی وہ مبلغ مسند ہونا چاہیے یا مرسل ہونا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے صغائر صحابہ کرام و اہل بیت میں سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سب کی روایت کو بالاتفاق قبول کیا ہے۔ باوجود اس کے انہوں نے ساری احادیث براہ راست رسول اللہ سے نہیں سنی تھیں اور انہوں نے سب احادیث کو مرسلاً روایت کیا ہے اور اسی طرح تابعین بھی مراسیل کے قبول کرنے پر متفق نظر آتے ہیں بلکہ ان کا اس بات پر اجماع نظر آتا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں خبر فاسق بہت زیادہ ضعیف السند ہے مگر یہاں اس آیہ کریمہ نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے۔ اس کے باوجود خبر فاسق، ضعیف السند ہو کر بھی اصلاً قبولیت کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لیے کہ اگر خبر فاسق کلیتاً مردود ہوتی اور قطعی ناقابل حجت ہوتی اور مطلقاً قابل اعتبار نہ ہوتی تو پھر باری تعالیٰ ان کی خبر میں تبین، تحقق اور تظبت کا حکم نہ دیتا

بلکہ یوں ارشاد فرماتا:

”اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ بدکردار ہیں۔“ (النور، 24: 4)

جبکہ باری تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا ہے بلکہ فرمایا نبا فاسقٌ کو فتبینوا کے میزان پر پرکھو۔ یہ لفظ اپنے معنی و مفہوم میں واضح ہے۔ خبر فاسق کے لیے باری تعالیٰ نے صرف اتنی شرط لگائی ہے کہ اس کو قبول کرنے کے لیے اسے تبیین اور تحقق کے عمل سے گذارا جبکہ خبر فاسق کا کلیتاً انکار کر دینا اور اس کو سراسر جھوٹ جاننا اور مطلقاً اس کو قبول نہ کرنا اس آیت کا مقصود ہرگز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے جب خبر فاسق کو کوئی اور قوی سند مل جائے جس کو ثقہ راوی بیان کریں تو ایسی صورت میں اس کو قبول بھی کیا جائے گا اور اس پر عمل بھی کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے خبر ضعیف کو مناقب کے باب میں پایا یا فضائل اعمال میں خبر ضعیف کو جانا یا کسی دینی امر میں ترغیب اور ترہیب کے باب میں دیکھا تو اسے

قبول کیا جائے گا اور اس پر عمل بھی کیا جائے گا یا کسی نے خبر ضعیف کو دو طرق میں پایا جن میں ایک ضعیف اور دوسرا اقوی تھا تو پھر حدیث ضعیف حدیث حسن بن جائے گی یا کسی ایسی خبر ضعیف کو پایا جس کے بارے میں ائمہ نے صراحتاً جرح کی ہو یا اس کو ضعیف قرار دیا ہو اور کچھ نے اس کو صحیح قرار دیا ہو اور اس کے بعد اس کے زیادہ طرق ہوں تو ایسی خبر ضعیف بھی خبر حسن میں بدل جائے گی یا خبر ضعیف ہو مگر اس کے توابع ہوں تو اس کو قبول کیا جائے گا یا خبر ضعیف ہو مگر وہ دوسرے طرق سے بھی روایت ہو یا کسی معاملے میں تم حدیث ضعیف پاؤ مگر اس بارے میں حدیث ضعیف سے اعلیٰ تر اسانید نہ پائی جائیں تو اس حدیث کو قبول کر لیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس لیے کہ حدیث ضعیف وہ ہے جو درجہ حسن سے کچھ کم تر ہے۔

> قرآن کلام اللہ کے الفاظ کی روایت کا نام اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام اللہ کے معنی کی روایت کا نام ہے

جبکہ حدیث حسن وہ ہے جو درجہ صحیح سے کچھ کم تر ہے جبکہ حدیث صحیح حدیث ضعیف سے اپنے مرتبہ و درجہ میں بلند تر ہے۔ یہی وجہ ہے حدیث حسن کے آخری مراتب ہی حدیث ضعیف کے اول مراتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح حدیث دو مطروح وہ ہے جو حدیث ضعیف سے بھی کم تر مرتبے میں ہے مگر یہ حدیث موضوع سے بلند تر مرتبے میں ہے۔

پس حدیث مطروح حدیث ضعیف اور حدیث موضوع کے درمیان کا مرتبہ ہے۔ یہی وجہ ہے حدیث ضعیف حدیث متروک اور حدیث مطروح کو حدیث موضوع نہیں کہتے۔ اسی بنا پر حدیث ضعیف موضوع نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ موضوع تو اس حدیث کو کہتے ہیں جو خود ساختہ ہے جو گھڑی ہوئی ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ موضوع اصلاً حدیث ہوتی ہی نہیں لیکن محدثین راوی کے گمان و وہم کی بنا پر اس کو حدیث موضوع کا نام دے دیتے ہیں۔ اس لیے حدیث موضوع کبھی بھی حدیث ضعیف کے برابر اور اس کے درجے میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ وہ ہے ہی بے اصل ہے اور خود ساختہ ہے۔

”اے ایمان والو! (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے) کہا کرو۔“ (البقرہ، 2: 102)

اہل ایمان کو حکم ہے جو کچھ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں اس کو یہ سنیں، رسول اللہ ﷺ سے سنتے ہیں باواسطہ جبرئیل، امت رسول اللہ ﷺ سے براہ راست صحابہ کرامؓ کے ذریعے اور پھر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ حدیث کے ذریعے اور ان کی کتابوں کے ذریعے سنے بھی اور سمجھے بھی، گویا امت کے لیے حکم ہے۔ رسول اللہ کی ذات کے بارے میں واسمعوا کا ہے۔

”اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقّہ (یعنی خوب فہم و بصیرت) حاصل کریں۔“ (التوبۃ، 9: 122)

حدیث و سنت تفقہ فی الدین کے حکم میں قرآن کے بعد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر قرآن کا سمجھنا تفقہ فی الدین ہے تو قرآنی احکام کے مطابق حدیث و سنت رسول کا سمجھنا بھی تفقہ فی الدین ہے۔ اگر حدیث و سنت کو تفقہ فی الدین سے معاذ اللہ خارج کر دیا جائے تو آدھا دین از خود ختم کر دینا ہے اور قرآن کی آیات شان نبوت اور شان رسالت کا انکار کرنا ہے اور یہ عمل کفر ہے۔

”اور میں نے تمہیں (اپنی رسالت کے لیے) چن لیا ہے پس تم پوری توجہ سے سنو جو تمہیں وحی کی جا رہی ہے۔“ (طٰہٰ، 20: 13)

رسالت اور نبوت تو سراسر ابلاغ دین کا نام ہے۔ تبلیغ احکام الٰہی کا نام ہے اور ابلاغ پیغام اسلام کا نام ہے۔ رسالت کیا ہے فاستمع لما یوحی۔ رسول اللہ ﷺ نے وحی الٰہی کو سنا، امت نے قول و فعل، حال کو سنا، دیکھا اور جانا۔ یہی کل دین ہے امت نے جو قول رسول، فعل رسول اور حال رسول کی صورت میں جانا اسی کو حدیث و سنت رسول کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فاستمع لما یوحی کا عمل اپنایا اور امت نے فاستمع لما قال رسول اللہ اور فعل رسول اللہ کا عمل اپنایا۔ رسول اللہ کا اللہ کا پیغام بواسطہ وحی سننا رسالت و نبوت کہلوایا اور امت کا مختلف واسطوں اور وسیلوں سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو سننا حدیث و سنت رسول کہلوایا۔

”جو لوگ بات کو غور سے سنتے ہیں، پھر اس کے بہتر پہلو کی اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔“ (الزمر، 39: 18)

حدیث و سنت رسول یستمعون القول کا نام ہے، رسول اللہ کی باتوں اور ارشادات کو امت غور و فکر سے سنتی ہے اور پھر آپ ﷺ کی احادیث جو امت تک پہنچتی ہیں۔ ان میں سے فیتبعون احسنہ پر عمل کرتی ہے۔ فیتبعون احسنہ کے تحت حدیث متواتر، حدیث مشہور، حدیث عزیز، حدیث غریب اور حدیث صحیح، حدیث حسن، حدیث ضعیف سب اقسام حدیث میں آجاتی ہیں۔

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔" (الحجرات، 49: 6)

اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡۤا اس آیت کریمہ میں لفظ فاسق نے علم اصول حدیث و علم روایت، علم السند کی بنیاد اور اساس فراہم کی ہے۔ بنباء نے علم درایت، علم المتن، نفس حدیث کی بنیاد و اساس امت کو دی ہے۔ فتبینوا نے کلمات نے بقات رواۃ، علم اسماء الرجال اور علم عدل و جرح، جرح و تعدیل، علم العلل کی ساری بنیادیں فراہم کر دی ہیں۔

"اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔" (النجم، ۵۳: ۳، ۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے بڑے علم والے، بڑی آگاہی والے رب نے بتا دیا ہے۔ اب اللہ نے اپنے رسول کو کیا بتایا ہے اور کیا آگاہی دی ہے۔ ہمیں اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکتا۔ سوائے اس کے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے ذریعے اور اسے جاننے کا ذریعہ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سنن ہیں۔

ہم قرآن کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے سن کر قرآن پر عمل کرتے ہیں اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو قرآن کہا ہے اور ہم حدیث کو حدیث اس لیے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قرآن نہیں کہا۔ جس طرح ہم قرآن کو رسول اللہ ﷺ کی زبان اور ذات سے لیتے ہیں تو اگر یہ ہمارا عمل ایمان ہے تو اس طرح حدیث و سنت رسول کو بھی ہم رسول اللہ ﷺ کی ذات سے لیتے ہیں تو ہمارا یہ عمل ایمان کیونکر نہ ہوگا؟ دونوں کی قبولیت کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے یہ عجب بات ہوگی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ذات سے قرآن کو تو قبول کریں اور حدیث و سنت رسول کو چھوڑ دیں ہاں قرآن کی روایت طریق تواتر سے ہے اور حدیث بھی طریق تواتر سے بھی ہے اور دیگر طرق سے بھی ہے۔ پس

> امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بھی چیز اُمت پر وحی کے بغیر فرض نہیں کی

جن طرق کو امت نے حدیث کی قبولیت کے باب میں آج تک قبول کیا ہے ہم بھی اسی طرح قبول کریں۔ ہم حدیث کی قبولیت کے لیے الگ ضابطے اور الگ سے قاعدے نہ بنائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا یہ عمل حدیث کے منکرین کی صف میں ہم کو شامل کر دے اور ہم اپنے ایمان کو از خود تباہ و برباد کرنے والے ہوں۔

حجیت سنت و حدیث کے دلائل خود احادیث رسول ﷺ سے

تبلیغ حدیث کا حکم رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرامؓ کو بحیثیت جماعت یوں دیا:

فلیبلغ الشاھد الغائب ضرب مبلغ اوعی من سامع۔

(بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، 2۔620، رقم 1654)

اگر حدیث حجت نہ ہوتی اور دلیل شرعی نہ بن سکتی تو رسول اللہ ﷺ کبھی بھی اس کے ابلاغ کا حکم نہ دیتے اور یہاں رسول اللہ ﷺ اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اسلام کی تمام تعلیمات کا اعادہ کر رہے ہیں۔ ان میں سے انتہائی اہم تبلیغ و ابلاغ حدیث کا فریضہ ہے۔ جس کا حکم امت کو دے رہے ہیں۔ کچھ احادیث میں یہ الفاظ یوں آئے ہیں:

فلیحدث الی فر منکم الغائب۔

(المقدسی، الاحادیث المختارہ، 8: 335، رقم الحدیث 406)

(دیلمی، مسند الفردوس، 1: 77، رقم الحدیث 233)

حدیث و سنت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک حجت شرعی اور دلیل شرعی تھی تو اس بنا پر آپ ﷺ نے اس کی حفاظت کا حکم بھی دیا اور اس کو اخبار کے سانچوں اور ابلاغ کے ذرائع میں بھی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے فرمایا:

میری ان احادیث کو محفوظ کرلو اور یاد کرلو اور اپنے بعد میں آنے والے لوگوں تک ان کو پہنچادینا۔ (متفق علیہ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تحریض النبی وقد عبدالقیس، 1: 45، رقم 87)

رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم احفظوہ آج بھی امت پر نافذ ہے اور تمام اہل علم کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، حفاظت حدیث کا اہتمام اگر آج کوئی یادداشت کے ذریعے کرتا ہے۔ تدریس کے عمل کو اختیار کر کے کرتا ہے۔ تعلیم و تعلم کے سلسلے کو قائم کر کے کرتا ہے یا کتب و رسائل اور مضامین لکھ کر اور تحقیق کر کے کرتا ہے ایسے تمام کے تمام لوگ حدیث مبارکہ کے ان الفاظ کے مصداق کے حامل ہیں،

ان پر ان کلمات کا اطلاق ہو رہا ہے اور اسی حدیث میں دوسرا حکم یہ ہے اخبروہ من وراء کم، حدیث مبارکہ کے یہ کلمات بھی اہل علم کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے دور کے بعد والے دور کے لیے اور اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لیے ابلاغ حدیث اور تبلیغ حدیث کا کوئی نہ کوئی عمل اختیار کر کے جائیں اور وہ اس عمل سے خود کو بری الذمہ ہرگز تصور نہ کریں۔ اخبار اور ابلاغ حدیث کا یہ فریضہ بعد کے لوگوں کے لیے یہ رسول اللہ ﷺ کی تاکید ہے۔ امت کو اس حکم کو بہر صورت اختیار کرنا ہے۔ ہر ایک علم حدیث کے طالب علم اور عالم پر لازم ہے کہ وہ اخبروہ من وراء کم کا فریضہ سرانجام دے۔

حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی صراحت دوسری حدیث میں تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔

"ابو ہارون عبدی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس آتے تو وہ ہمارا یوں استقبال کرتے اور کہتے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق خوش آمدید ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت کیا ہے وہ فرماتے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ میرے بعد تمہارے پاس عنقریب لوگ آئیں گے وہ تم سے میری حدیث کے متعلق سوال کریں گے۔ جب وہ لوگ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا اور انہیں میری حدیث بیان کرنا۔" (رامھرمزی المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، خطیب بغدادی، شرف اصحابہ الحدیث، 176، 210، رقم 22)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی بھی خبر دے دی ہے جو کہ بعد میں علم حدیث کی طلب کے لیے آنے والے ہیں۔ فرمایا ان کے ساتھ مہربانی و شفقت کے ساتھ پیش آنا اور ان سے میری احادیث کو بیان کرنا اور وہ تمہارے پاس میری احادیث سننے کے لیے دور دراز کا سفر کر کے آئیں گے اُن کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرنا، بہتر برتاؤ کرنا اور مہربانی و کرم نوازی کے ساتھ ان کے ساتھ پیش آنا۔

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

جب بھی بھٹکا ہے اندھیروں میں شناسا تیرا
آسماں سے اتر آیا ہے اجالا تیرا

میرا اندوہ، مرا غم، مری تکلیف نہ دیکھ
میری مرضی بھی وہی ہے جو ہے منشا تیرا

نسلِ انساں میں نہیں ہے کہیں تمثیل تری
دونوں عالم میں ہے ناپید مثنیٰ تیرا

آگ کس طرح نہ پھولوں کے بدن میں ڈھلتی
جب کہ تھا صُلبِ ابراہیم میں جلوا تیرا

جانے کس سر کا مقدر ہیں ترے در کے سجود
جانے کس آنکھ کی قسمت میں ہے چہرا تیرا

میری جاں بھی تری بانٹی ہوئی شیرینی ہے
غم بھی ہے دل میں لگایا ہوا پودا تیرا

کون ہے جس کو گوارا ہے جدائی تیری
کیوں جدا ہوتا ترے جسم سے سایہ تیرا

تیری رحمت مرے اعمالِ زبوں کی گاہگ
فکر میں ہے مری راتوں کے سویرا تیرا

کس کو ادراک ہے، یہ کون بتا سکتا ہے؟
ذہنِ خلاّق میں کب سے تھا سراپا تیرا

اپنے دانش کی طرف ایک عنایت کی نظر
امتی یہ بھی تو ہے اے شہِ بطحا تیرا

(احسان دانش)

فکرِ و تدبر کی دعوت

تحریر: ڈاکٹر فرح ناز، صدر منہاج القرآن ویمن لیگ (قسط نمبر 6)

غور و خوض اور تفکر و تدبر اشرف المخلوقات کے لیے امرِ الٰہی ہے۔ تفکر کے بغیر سوچ کے دروازے نہیں کھلتے اور اگر یہ دروازے مقفّل رہیں تو تاریخ کا سفر رُک جاتا ہے اور اِرتقائے نسلِ اِنسانی کی تاریخ اندھیروں میں گم ہو جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں تدبر اور غور فکر کو بلند مقام حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں جا بجا اہل عقل و دانش کو خصوصی طور پر اپنی نشانیوں اور کائنات میں تدبر اور غور فکر کی دعوت دی ہے۔ اللہ رب العزت کی تخلیق کے مظاہر اور کائنات کی وسعت میں غور وفکر کرنے سے اللہ رب العزت کی معرفت اور دین اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ص، ۳۸: ۲۹)

”یہ کتاب برکت والی ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ دانش مند لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور نصیحت حاصل کریں۔“

اللہ تعالی کی تخلیق کردہ اس وسیع و عریض کائنات میں تفکر اور تدَبُّر کرنے سے خالقِ کائنات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ زمین و آسمان حیوانات ونباتات اور جمادات، چاند، سورج، ستارے سب پر غور وفکر سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی ملتی ہے۔

شیخ الاسلام دامت برکاتھم العالیہ نے اپنے خطابات کا آغاز سورہ ص کی مذکورہ آیت کریمہ سے کرکے کائنات کے عجائبات اور خود جسم انسانی میں تدبر و تفکر سے خالق کائنات کی عظمت و کبریائی کو ثابت کیا ہے۔آپ نے بیان کیا کہ:

”قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو بار بار دعوت دی ہے کہ غور کرو، تدبر سے کام لو تحقیق سے کام لو علم سے تعلق جوڑو، جو کتاب اپنے ماننے والوں کو غور و فکر کی دعوت دے کیا وہ کتاب غلط ہو سکتی ہے؟ اسی لیے قرآن کا دعوٰی ہے کہ دنیا بھر کے اہل زبان مل کر اس جیسی کوئی ایک آیت یا سورۃ لے آؤ؟

نوجوان اپنا تعلق علم اور کتاب سے جوڑیں علم میں پختگی کے لیے خوب محنت کریں اور مطالعہ کا شوق پیدا کریں۔قرآن مجید پر غور وفکر کریں اور تحقیقی موازنہ کی طرف آئیں قرآن میں 856 آیات ایسی ہیں جن میں اللہ نے علم کی ضرورت واہمیت پر زور دیا ہے، جب کہ ایک ہزار کے قریب آیات میں بالواسطہ یا بلا واسطہ سائنسی حقائق بیان کیے گئے ہیں۔قرآن مجید میں پونے دو ہزار آیات ایسی ہیں جن میں علم اور سائنس کی بات کی گئی ہے۔“

(اقتباس از خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-12، یکم اپریل2024ء)

حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم نے اپنے دوسرے خطاب میں فرمایا:

”خدا تک رسائی کا طریقہ ”تحقیق“ ہے اور تحقیق کے لیے انسان کو قرآن مجید میں غوطہ زنی کرنی پڑتی ہے۔“

(اقتباس از خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-13،2 اپریل2024ء)

دنیا کی تمام تر ترقی انسانی غور و فکر کا نتیجہ ہے۔تمام ٹیکنالوجی کسی نہ کسی تدبر ہی کا نتیجہ ہے۔جب اس کائنات کے فطری مطالعہ میں سائنس دانوں نے غور و تدبر کیا تو اس کے نتیجے میں نئی سے نئی ایجاد کی راہ کھلی غور و فکر اور تدبر سے دل غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور دل کو ایک نئی زندگی ملتی ہے۔غورو فکر اور تدبر درحقیقت ایک عبادت ہے۔جسے جدید دنیا کا انسان عبادت تصور نہیں کرتا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”تفکر“ غور و فکر سے کیا مراد ہے؟

دراصل تفکر و تدبر عربی زبان کے الفاظ ہیں جن کے لغوی معنٰی سوچ، بچار اور غور و فکر کرنے کے ہیں۔تفکر و تدبر ایک ذہنی عمل ہے جس میں انسان اپنے تمام تر توہمات اور

خیالات کو جھٹک کر کسی ایک خیال، نکتہ یا کسی مشاہدے کی گہرائی میں سفر کرتا اور اسی پر اپنی توجہ مرکوز رکھتا ہے۔ گویا علم و عقل کے ذریعہ دنیا، کائنات اور اطراف میں وقوع پذیر ہونے والے عوامل میں چھپے اسرار و رموز جاننے کی کوشش کرنا غور و فکر ہے۔

غور و فکر کی دعوت و ترغیب بذریعہ سوالات

سوالات کے ذریعہ مزید جستجو ایک مسلمہ امر ہے۔ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم نے شہر اعتکاف 2024ء کے دوران اپنے خطابات میں گاہے بگاہے اہم سوالات کے ذریعہ ذہنوں کے بند دریچوں کو کھولنے کی خوب سعی کی ہے۔ آپ نے درج ذیل سوالات کو اٹھا کر اور دلائل سے مزین جوابات دے کر کفر و الحاد کی پراگندگی سے ذہنوں کو بچایا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”میں ہر روز چند سوالات یا نوجوان نسل کے ذہنوں میں ابھرنے والے چند اشکالات ان کا تذکرہ تھوڑا تھوڑا کرتا رہوں گا“۔

1۔ انہوں نے پہلی نشت کا آغاز یہ سوال قائم کر کے کیا کہ: ”اگر خدا ہے تو اس کا پتہ کیا ہے اور وہ کہاں ہے؟“

2۔ پھولوں کی خوشبو سے وجود باری تعالیٰ پر استدلال کرتے ہوئے انہوں نے یہ سوال اٹھایا: ”کبھی آپ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ جب خوشبو کو میں دیکھتا نہیں ہوں تو کیوں مانوں؟“

3۔ دورانِ خطاب حواس خمسہ کے کردار سے وجود باری تعالیٰ کے ثبوت پر آپ نے یہ سوال قائم کیا: انسان کی زبان 10 ہزار قسموں کے ذائقے میں فرق کر سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ میں سے کوئی ہے جس کو 10 ہزار ذائقے معلوم ہوں؟ یہ 10 ہزار ذائقے کہاں سے وجود میں آگئے؟

4۔ پھر ایمان بالغیب کے ضمن یہ اہم سوال اٹھایا: میں سائنس سے پوچھتا ہوں کہ کیا کسی سائنس دان نے آج تک ایٹم (Atom) کو دیکھا ہے؟

5۔ یہ بھی ایک سوال اٹھایا کہ سائنسدان الیکٹران، نیوٹران، پروٹان کو دیکھ نہیں سکتے مگر مانتے ہیں تو خدا کو کیوں نہیں مانتے؟ (خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-12 یکم اپریل 2024ء)

6۔ مچھلیوں کو فرعون کی لاش نہ کھانے کا شعور اور حکم کس نے دیا؟

7۔اگر خدا نہ ہوتا، اللہ حق اور سچ نہ ہو تو پھر تاجدار کائنات کو کس نے یہ علم دیا کہ جسم انسانی میں 360 ہڈیوں کے جوڑ ہیں؟(خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-13 2اپریل2024ء)

8۔1400 سال قبل اس قرآن کو کس نے بتایا کہ پہاڑ زمین کے اوپر اور اندر بھی میخوں کی طرح گاڑے ہوئے ہیں؟(خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-14 3اپریل2024ء)

9۔ بچے کی ماں کے پیٹ میں پروش کے مراحل سائنس کو کب معلوم ہوئے؟(خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-15 4اپریل2024ء)

10۔انسان کا جسم کتنے خلیوں سے مل کر بنا ہے؟ وہ کون ہے جو جسمانی نظام کو شعور دے کر نظم کے ساتھ چلا رہا ہے؟(خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-16 5اپریل2024ء)

11۔ سائنس سے سوال ہے کہ انسانی اور آفاقی نظام کس طرح چل رہاہے؟(خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-17 6اپریل2024ء)

شیخ الاسلام مدظلہ کے اس طرح کے تمام سوالات نے اساتذہ ، والدین اور نو جوان نسل کو شدت سے جھنجھوڑا ہے کہ کہیں ہم ذہنی اور دماغی سطح پر مکمل طور پر غفلت کا شکار تو نہیں ہیں؟ اور ان سوالات کو قائم کرنے کے بعد آپ نے ان کے مدلل جوابات بھی فراہم کئے ہیں۔

غورو فکر کی ترغیب کے لئے چند مزید اہم سوالات

شیخ الاسلام کے امسال (2024ء) خطابات کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے سوالات کے ذریعہ غور و فکر کی ترغیب دی ہے۔سوچ بچار سے ہمارے اندر غورو فکر کی ترغیب اور شوق و ولولہ پیدا ہو سکتا ہے۔اگر ہم خود سے اس طرح کے چند سوالات کریں تو ممکن ہے اس سے ہمارے اندر مزید غور و فکر کا داعیہ پیدا ہو۔ہمیں چاہیے کہ خود سے سوال کریں کہ:

1۔آخری مرتبہ کوئی بڑا سوال ہمارے ذہن میں کب پیدا ہوا؟

وہ سوال کیا تھا اور اس سوال کے ساتھ آپ نے کیا کیا؟ اور ایسا آپ کی زندگی میں کس قدر واقعہ ہوتا رہتا ہے؟

2۔ کیا آپ جذباتی ہو کر کوئی رد عمل اختیار کرتے ہیں؟ آپ پریشان ہوتے ہیں یا اس کے رد میں معقول روّیہ اختیار کرتے ہیں؟

3۔ جب بھی کوئی ایسا سوال جو آپ سے آپ کی زندگی سے متعلق کیا جائے آپ اس پر reactive ہوتے ہیں یا defensive؟ یا پھر اور زیادہ committed ہوتے ہیں؟

4۔ کیا آپ نے ان سوالات کی لسٹ بنائی ہے کہ جن پر غور کیے بغیر زندگی با معنی نہیں بنائی جاسکتی؟ یا زندگی کی معنویت نہیں پائی جاسکتی۔

5۔ کیا آپ کے نزدیک پر آسائش زندگی ہی کامیابی کی علامت ہے؟

6۔ آپ کے نزدیک با مقصد اور با معنی زندگی سے کیا مراد ہے؟

7۔ وہ کون سے اسباب ہیں جس نے آپ کی سوچ کو انقلاب آشنا کیا؟

8۔ وہ کونسے سوالات ہیں جن کے نتیجے میں آپ کے اندر تعلیم کی جستجو پیدا ہوئی؟

9۔ وہ کون سے سوالات تھے جو بچپن میں یا آپ کی سابقہ زندگی میں کبھی آپ کے ذہن میں پیدا ہوئے اور آپ کی تعلیم ان سوالات کے جوابات دینے کا موجب بن سکی؟۔

10۔ کیا ہم سورج، چاند پر پہنچ سکتے ہیں؟

11۔ میرے جسم میں میری سانسوں کی ترتیب کون کنٹرول کر رہا ہے؟

درج بالا تمام سوالات اگر آپ کو کچھ سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں تو مبارک ہو کہ آپ صحت مند ہیں اگر ان تمام سوالات پر ہم ایک مہینہ اپنی توجہ مرکوز کریں تو لامحالہ ہمارے اندر غور و فکر کرنے کی صلاحیت بڑھے گی۔

غور و فکر کی اہم جہات

یوں تو غور و فکر اور تدبر کی کئی جہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ غور و فکر کی ترغیب کیسے دی جائے؟۔ فتنہ الحاد کے تناظر میں غور و فکر نہ کرنے کے نتائج کیا ہوسکتے ہیں؟ وغیرہ۔ یہاں شیخ الاسلام کے خطابات کی روشنی میں درج ذیل صرف 3 اہم جہات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

1۔ انسان کا اپنی ذات پر تدبر

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کو احسنِ تقویم کہہ کر اسے باقی تمام مخلوقات میں اشرف و ممتاز قرار دیا ہے۔ شیخ الاسلام نے جدید سائنسی تحقیقات کے تناظر میں رحمِ مادر

میں جنین کے تخلیقی مراحل کو اتنی تفصیل سے بیان کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کو پختہ کرنے اور بارگاہِ الٰہی میں جبینِ نیاز خم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

(خطاب شیخ الاسلام، خطاب نمبر: Ca-15، 4 اپریل 2024ء)

انسان ایک بہت بڑی کائنات ہے

مخلوق پر غور و فکر خالق تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے۔اللہ ربّ العزت نے تبھی تو اپنے نیکوکاروں کے اَوصاف کے بیان میں فرمایا کہ میرے محبوب بندے وہ ہیں جو کھڑے اور بیٹھے ہر حالت میں مجھے یاد کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ ساتھ کائناتِ ارض و سماء کی تخلیق میں بھی غوروفکر کرتے رہتے ہیں۔جس سے لامحالہ اُنہیں خالقِ کائنات کی عظمت کا اِدراک ہوتا ہے اور بات اِیمان بالغیب سے آگے بڑھ کر اِیقان تک جا پہنچتی ہے۔اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۔ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ (آل عمران، ۳: ۱۹۰)

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں عقلِ سلیم والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلووں) میں فکر کرتے رہتے ہیں (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

تدبر و تفکر کو اگر عبادت قرار دیا جائے تو اس کے دو پہلو ہیں:

پہلا یہ کہ جس میں انسان اپنی ذات پہ غور کرتا ہے۔

اور دوسرا یہ کہ انسان معاشرے پر غور کرتا ہے۔

اپنی ذات پر غور کرنا، یہ سب سے بلند چیز ہے۔اس سے گریز کرنے کے نتیجے میں انسان کے اندر اپنے بارے میں عدم واقفیت پیدا ہوتی ہے۔آج کا انسان جس چیز کے بارے میں سب سے کم جانتا ہے وہ اُس کی اپنی ذات ہے۔دنیا بھر کے علوم و

فنون پر عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہے مگر اپنے نفس جس کے ساتھ اس کا ہر وقت کا واسطہ پڑتا ہے اس کے بارے میں سرے سے لاعلم ہے اورانسان اپنے وجود کے اسرار سے واقف ہی نہیں ہے۔

جدید پڑھے لکھے معاشروں میں غور و فکر اور تدبر کی اہمیت کا احساس نہیں۔ہماری تعلیم ہمیں باہر کی دنیا کے بارے تو معلومات فراہم کرتی ہے مگر اپنے قلب کے بارے میں جاننے سے اُسے کوئی غرض نہیں۔

2۔نظامِ کائنات اور مظاہر قدرت پر غور و فکر

اِس وسیع و عریض کائنات کی تخلیق و تشکیل ، اِرتقاء و عمل اور پھیلاؤ کے بارے میں غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس کائنات میں اُس جیسی اربوں کہکشائیں مزید پائی جاتی ہیں۔ جس سے کائنات کی وسعت اور بے توقیری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔اس سے خالقِ کائنات کی حقیقی معرفت کا ادراک ہوتا ہے کہ اس ساری کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے تصرف میں ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی کا ایک ماہرطبیعیات سائنس دان جان پولکنگھون (John Polkinghorne) نے جب غورو فکر کیا تو وہ نہ صرف یہ کہ خدا کے وجود کا قائل ہو گیا بلکہ مذہب کا مبلغ بن گیا۔وہ لکھتا ہے:

"That conspires to plant the idea that the universe did not just happen But that there must be a purpose behind it." (John Polkinghorne)

"اس پوری کائنات کے طبیعیاتی مطالعے نے مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ یہ کائنات کسی حادثے کے نتیجے میں ازخود وجود میں نہیں آئی بلکہ اس کے پیچھے کوئی مقصد کار فرما ہے۔"

3۔قوموں کے عروج و زوال پر غورو فکر

فتنہ الحاد کے رد میں ایک اہم جہت قوموں کے عروج و زوال پر تدبر اور غور و فکر کرنا ہے۔قرآن کریم میں جابجا اِس اَمر کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش وقوع پذیر ہونے والے حالات و واقعات اور حوادثِ عالم سے باخبر رہنے کے لئے

غور و فکر اور تدبر و تفکر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ شعور اور قوتِ مشاہدہ کو بروئے کار لائے تاکہ کائنات کے مخفی و سربستہ راز اُس پر آشکار ہوسکیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر کافروں کو تنبیہ فرمائی کہ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اس سے پہلے نافرمان اور سرکش قوموں کا ہم نے کیا حال کیا؟ یہ عقل والوں کے لیے ہے کہ سمجھ سکیں۔دنیا میں بڑے بڑے فرعون، نمرود، ہامان اور شداد آئے جنھوں نے خدائی دعوے کیے، جنت تیار کی، انسانوں کی زندگیوں اور موت کے مالک بن بیٹھے مگر خود ان کا انجام دنیا کے لیے نشانِ عبرت بن گیا اور بد عقیدہ لوگوں یا قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔کفر پر قائم رہنے والوں کا انجام وہی ہے جس کی قرآن کریم نے جگہ جگہ نشاندہی فرمائی ہے۔فرعون کے بارے فرمایا:

فَاَخَذۡنٰهُ وَجُنُوۡدَهٗ فَنَبَذۡنٰهُمۡ فِى الۡيَمِّ‌ۚ فَانْظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ (القصص،۲۸: ۴۰)

”سو ہم نے اس کو اور اس کی فوجوں کو (عذاب میں) پکڑ لیا اور ان کو دریا میں پھینک دیا، تو آپ دیکھئے کہ ظالموں کا انجام کیسا (عبرت ناک) ہوا۔“

غور و فکر نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

غور و فکر کو غیر ضروری سمجھنا اور اس کی اہلیت نہ رکھنا یا اس کی دینی ضرورت ہی محسوس نہ کرنے کی کئی وجوہات ہیں:

1۔مصروفیت اور فرصت میں عدم توازن

2۔مرعوبیت(شہرت کی مرعوبیت، زبان کی مرعوبیت،دولت کی مرعوبیت)

3۔لسانی استعداد کی کمی (Linguistic competency)

4۔جاننا اور جذب کرنے کا عدم توازن

5۔ہمارے تعلیمی عمل میں مکالمہ اور سوالات کے اظہار کی کمی

غور و فکر کے عمل کو بہتر کرنے کے لئے تجاویز

1۔خود کو وقت دیجئے اور اپنی ذات پر غور و فکر سے اس سفر کا آغاز کیجئے۔

2۔زندگی میں لا یعنی باتوں کو ختم کیجئے

3۔اپنی زندگی کے تجربات اور مختلف مراحل لکھئے

4۔زندگی کے حادثات اور زیادتیوں کے نتیجے میں آپ نے جو جو رد عمل کیےانکا جائزہ لیجئے۔اپنے خیالات، محسوسات اور تاثرات کو ضبط تحریر میں لائیے۔

5۔اردگرد جو کچھ ہو رہا ہے ان پر غور کیجئے اور سوال اٹھائیے! کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ اپنے سوالات کوریکارڈ کرناشروع کیجئے۔

غور و فکر نہ کرنے کے نتائج یا نقصانات

1۔ غور و فکر نہ کرنے کا ایک نقصان عہد حاضر میں الحاد اور جدید تہذیب کے اعتراضات کا جواب دینے سے قاصر ہونا اور بیزاری دین کا رجحان پیدا ہونا ہے۔نتیجتاً انکار دین کا نظریہ فروغ پا رہا ہے۔

2۔ غورو فکر نہ کرنے کا نتیجہ فکری انتشار ہے جس سے اشکال اور ابہام پیدا ہوتے ہیں۔ہمارا تیقن کمزور پڑ جاتا ہے اور Confusion پیدا ہوتی ہے۔ہم منکرین کی شان و شوکت سے متاثر اور مرعوب ہو کر ان کی طرف سے انکار دین کے argument کو دلیل کی بنیاد پر ردکرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

3۔ غورو فکر نہ کرنے کی وجہ سے انسان اپنے نفس کا تزکیہ اور اصلاح نہیں کرپاتا۔اسی طرح اس کا علم حال نہیں بن پا رہا۔یہی وجہ ہے کہ آج کا معاشرہ ایسے لوگوں سے محروم ہے جن کو دیکھ لینے سے نصیحت ملتی تھی اور جنہیں دیکھ کر خیر منتقل ہوتی تھی۔

شیخ الاسلام کے ان خطابات میں معاشرے کے تمام طبقات کے لئے غور و فکر کی کئی جہات ہیں۔بلا شبہ یہ خطابات فتنہ الحاد کے رد میں اکسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خواتین میں بیداری شعوروآگہی کے لیے کوشاں

ماہنامہ دختران اسلام لاہور

کی سالانہ خریداری حاصل کریں

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ
بیگم رفعت جبین قادری

فی شمارہ: 60 روپے
سالانہ خریداری: 700 روپے

اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات کو سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-5169111-3, 111-140-140 Ext: 149
Whatsapp: 0305-4547289, 0300-8105740
www.minhaj.info, Email: sisters@minhaj.org

شعرِ اقبال کا شکوہ

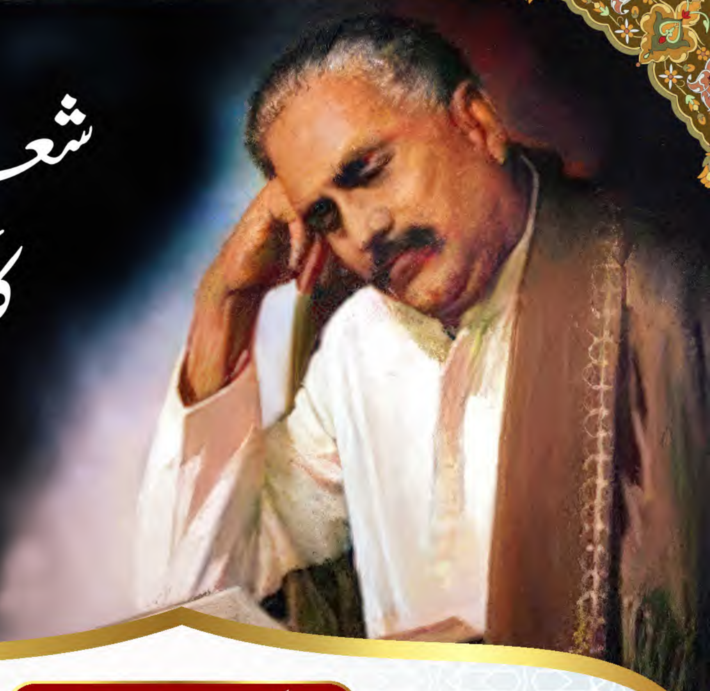

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

علامہ اقبال ہماری حالیہ تاریخ کی وہ شخصیت ہیں جن کے افکار نے ملت اسلامیہ کو بالعموم اور مسلمانان برصغیر کو بالخصوص سب سے زیادہ متاثر کیا۔ ان کی حیات افروز فکر اور ولولہ انگیز شاعری نے مسلمانان ہند کے تن مردہ میں روح پھونک دی اور انہوں نے نہ صرف غلامی کی زنجیروں کو توڑ پھینکا بلکہ ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کو ممکن بنایا۔ آج بھی ان کی شاعری معاشرے کے عام فرد کے لیے یقین اور جذبہ عمل کی بیداری کا محرّک ہے۔ معاشرے کا کم و بیش ہر فرد اپنی بات میں ثقاہت پیدا کرنے کے لیے علامہ اقبال کے افکار اور اشعار کا حوالہ ضرور دیتا ہے۔ مگر ہر بڑے شاعر کی طرح یہ المیہ علامہ کی شاعری کو بھی درپیش ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں الحاقی اشعار کا اضافہ اصل کلام کو پس منظر میں لے جاتا ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال اب علامہ اقبال کی شاعری کے حوالے سے بھی دیکھنے میں آرہی ہے اور یہ المیہ سوشل میڈیا کے عام ہونے کے بعد زیادہ فروغ پذیر ہے۔ کیونکہ جب تک معاملہ صرف کتب تک محدود تھا، علامہ اقبال کے اشعار کو حوالہ بنانے سے پہلے کسی نہ کسی حد تک تحقیق کا چلن موجود تھا مگر جب سے سوشل میڈیا نے 'فروغ علم' کا منصب سنبھالا ہے یہ تکلّف بھی ختم ہوتا جارہا ہے۔

علامہ اقبال کے افکار کے سلسلے میں مغالطے اور غلط و خود ساختہ اشعار کو علامہ اقبال سے منسوب کرنے کا معاملہ صرف عوام الناس تک ہی محدود نہیں بلکہ بعض اوقات اس مغالطے کا ارتکاب ادارتی سطح

اور ملک کی نمایاں علمی و سماجی شخصیات سے ہوتا بھی نظر آتا ہے۔ گزشتہ سال کے آغاز میں ملک کے ایک قومی کاروباری ادارے نے اپنی تعارفی ڈائری شائع کی اور اس ڈائری کو علامہ سے منسوب کیا۔ ڈائری کو علامہ اقبال کی تصاویر، انگریزی و اردو اقوال اور اشعار سے مزین کیا گیا۔ ڈائری کے ہر تیسرے چوتھے صفحے پر علامہ اقبال کے اشعار دیے گئے تھے۔ تاہم یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ان اشعار سے نوّے فیصد اشعار کا علامہ اقبال سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اشعار کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتے۔ جب اس ادارے کو اس سہو سے مطلع کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ سارے اشعار سوشل میڈیا اور مختلف ویب سائٹس سے حاصل کیے گئے ہیں۔ اس طرح چند روز قبل ایک قومی اخبار میں 'تعلیم بھی فتنہ' کے عنوان سے ایک کالم شائع ہوا جس میں ان اشعار کو علامہ اقبال سے منسوب کرکے موجودہ تعلیمی نظام پر تنقید کی گئی:

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کے لیے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر ہی کیا نعرہ تکبیر فتنہ

مگر ان اشعار کا علامہ اقبال سے کوئی تعلق نہیں۔ کراچی میں منعقد ہونے والے ایک حالیہ جلسے میں ایک قومی سیاسی رہنما نے اس شعر کو علامہ اقبال سے منسوب کر دیا:

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

حالانکہ یہ شعر سید صادق حسین کاظمی کا ہے جو ان کی کتاب 'برگِ سبز' میں شامل ایک نظم کا حصہ ہے۔ ان کے ورثا نے یہ شعر ان کی لوح مزار پر بھی لکھ دیا ہے تاکہ ممکنہ حد تک اس شعر کے حوالے سے غلط فہمی کی اصلاح ہو۔

علامہ اقبال سے خود ساختہ اشعار کو منسوب کرنے کا معاملہ ہمارے تعلیمی نظام کے سقم کی نشاندہی کرتا ہے۔ قوم کے دلوں میں علامہ اقبال کے قومی شاعر کے طور پر جو قدر و منزلت اور اعتبار موجود ہے اس کا لازمی اثر یہ ہے کہ وہ علامہ اقبال کے کلام کو پڑھنا، سمجھنا اور یاد کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہمارے تعلیمی نظام کی خامی اور اقبالیات، اقبال کے فکر اور کلام کو تعلیمی نظام میں مناسب مقام نہ دیے جانے کے باعث ایسے مجہول اشعار جو عوام الناس کی سوچ میں علامہ اقبال کی فکر کی نمائندگی کرتے ہیں علامہ اقبال سے منسوب کر دیے گئے ہیں۔ اگر علامہ اقبال سے منسوب ان خود ساختہ اشعار کو دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ یہ اشعار، شعر کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتے مگر علامہ اقبال کی فکر

کے کسی نہ کسی گوشے کو بیان کرتے ہیں، سو علامہ اقبال سے منسوب کر کے بیان کر دیے گئے۔ مثلاً مومنانہ یقین کے تصور کو بیان کرنے کے لیے علامہ اقبال سے یہ شعر منسوب کر کے پڑھا جاتا ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہی گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

یہ شعر شاید قابل اجمیری کا ہے مگر علامہ اقبال کا ہر گز نہیں۔ قوت عمل بیدار کرنے کے لیے یہ شعر علامہ سے منسوب کر دیا گیا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

یہ شعر ظفر علی خان کا ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انتظامیہ کی طرف سے وزیر آباد میں داخل ہوتے ہی جو بڑا دروازہ بنایا گیا ہے اس پر یہ شعر جلی حروف میں علامہ اقبال سے منسوب کر کے لکھا گیا ہے۔ تادم تحریر یہی صورت حال ہے۔ گویا ظفر علی خان کے شہر میں انہیں اپنے شعر سے محروم کر دیا گیا ہے۔ انتظامیہ کو بارہا متوجہ کیا گیا کہ اس غلطی کی اصلاح کریں کہ ہر آنے جانے والا فرد اسے علامہ اقبال کے شعر کے طور پر ہی یاد کر رہا ہے۔

علامہ کی نظم شکوہ اور جواب شکوہ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ کئی اشعار اس ذیل میں بھی تخلیق کر دیئے گئے۔ سوشل میڈیا پر یہ اشعار عام ملتے ہیں:

شکوہ

بروز حشر بے خوف گھس جاؤں گا جنت میں
وہاں سے آئے تھے آدم وہ میرے باپ کا گھر ہے

جواب شکوہ

ان اعمال کے ساتھ جنت کا طلبگار ہے کیا
وہاں سے نکالے گئے آدم تو تیری اوقات ہے کیا

یہ علامہ اقبال کے اشعار نہیں ہیں۔ بال جبریل کے مصرعہ 'دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے' کے مفہوم کا حامل یہ شعر علامہ اقبال سے منسوب ملتا ہے:

دل پاک نہیں تو پاک ہو سکتا نہیں انسان
ورنہ ابلیس کو بھی آتے تھے وضو کے فرائض بہت

یہ علامہ اقبال کا شعر نہیں ہے۔ بال جبریل ہی کے ایک مصرعہ 'بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی' کے مفہوم کا حامل یہ شعر ملتا ہے:

کیوں منتیں مانگتا ہے اوروں کے دربار سے اقبال
وہ کون سا کام ہے جو ہوتا نہیں تیرے پروردگار سے

یہ علامہ اقبال کا شعر نہیں ہے۔ بالِ جبریل ہی کے ایک مصرعے ’ہے یہی میری نماز، ہے یہی میرا وضو‘ کے مفہوم کا حامل یہ شعر علامہ اقبال سے منسوب کر دیا گیا ہے:

تیری رحمتوں پر ہے منحصر میرے عمل کی قبولیت
نہ سمجھے سلیقہ التجا نہ مجھے شعور نماز ہے

یہ علامہ اقبال کا شعر نہیں ہے۔ الغرض علامہ اقبال سے منسوب خود ساختہ جو بھی شعر دیکھیں اس کا تجزیہ بتاتا ہے کہ ہمارا معاشرہ اقبال کی شاعری کو اصلاح احوال کا ذریعہ سمجھتا ہے اور اس سے تحریک بھی حاصل کرتا ہے۔ یعنی علامہ کا کلام اور فکر معاشرے میں ایک مثبت سماجی تبدیلی لانے کا بہت بڑا محرک اور سرچشمہ ہے۔ مگر ہمارے تعلیمی نظام کے سقم نے اس محرک کو مثبت اثرات پیدا کرنے والے سرچشمہ بنانے کی بجائے قوم میں جہالت پیدا کرنے کا سبب بنا دیا ہے۔

معاشرے میں کلام علامہ اقبال کی آگہی پیدا کرنے اور عوام الناس کو کلام اقبال سے آشنا کرنے کی ضرورت ہے۔ اہل علم، صحافیوں، سوشل میڈیا کے افراد اور اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایسی تحریر اور شعر پر نظر رکھیں جو بغیر کسی سند کے علامہ سے منسوب کی جا رہی ہو۔ اس کے لیے اقبال اکادمی پاکستان کی شائع کردہ کتب ’جوئے رواں‘ اور ’شعر دلآویز‘ سے مدد لی جا سکتی ہے جو علامہ اقبال کے تمام اردو کلام کے مصرعہ وار اور شعر وار اشاریے ہیں۔ ان کتب کی مدد سے یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ علامہ اقبال سے منسوب کر کے بیان کیا جانے والا کوئی شعر علامہ اقبال کا ہے یا نہیں۔ اس کے لیے اقبال اکادمی پاکستان کی ویب سائٹس concordia.allamaiqbal.com.pk بھی ممد و معاون ہو سکتی ہے۔ اگر اہل علم نے اس میں کوتاہی کی تو ہمارا بہت ہی وقیع علمی سرمایہ جو علامہ اقبال کے کلام کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے مغالطوں کی زد میں رہے گا اور ہم اس کی افادیت اور تاثیر سے محروم ہوتے جائیں گے۔ علامہ اقبال نے بھی شاید اسی لیے اپنے شعر کے بارے میں اس آرزو کا اظہار کیا تھا:

ہے گلہ مجھ کو تری لذت پیدائی کا
تو ہوا فاش تو ہیں اب مرے اسرار بھی فاش
شعلے سے ٹوٹ کے مثل شرر آوارہ نہ رہ
کر کسی سینہ پرسوز میں خلوت کی تلاش

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان!
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایۂ جبریل امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان
فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمن
بنتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو

برداشت اور رواداری

ڈاکٹر زیب النساء سرویا

برداشت فارسی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں اسے تحمل کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی بوجھ اٹھانے کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی منفی رجحان کے نتیجے میں اپنے سخت رد عمل پر قابو پا لینے کا نام برداشت ہے۔ یہ وہ صفت ہے جو انسان میں طاقت اور قوت پیدا کرتی ہے، جس کے سبب وہ غصے، جوش، اشتعال اور انتقام کے جذبے کے باوجود عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھتا ہے۔ برداشت اور تحمل ہم معنی ہیں۔

رواداری کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں کے عقائد یا اعمال ہمارے نزدیک غلط ہیں ان کو ہم برداشت کریں، ان کے جذبات کا لحاظ کر کے ان پر ایسی نکتہ چینی نہ کریں جو ان کو رنج پہنچانے والی ہو اور انہیں ان کے اعتقاد سے پھیرنے یا ان کے عمل سے روکنے کے لیے زبردستی کا طریقہ اختیار نہ کریں بلکہ رد عمل کے طور پر منفی رویے کے بجائے حسن سلوک روا رکھیں۔

برداشت اور رواداری کی صفت انسان کو دوسرے انسانوں کے ساتھ امن و آشتی سے رہنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ یہ معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے اور لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے۔ برداشت اور رواداری کی اہمیت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم کسی متنوع معاشرے کا حصہ ہوں، جہاں مختلف قوموں، مذہبی گروہوں اور ثقافتوں کے لوگ مل کر رہتے ہوں۔

برداشت اور رواداری کو انسانی معاشرے میں خاص مقام حاصل ہے۔ اگرچہ تمام مذاہب اس کی تعلیم دیتے ہیں لیکن جس طرح دین اسلام نے اس کی تعلیم دی ہے وہ قابل تحسین ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ظہورِ اسلام سے قبل عرب معاشرہ عدم برداشت کا شکار ہو چکا تھا۔ حلم و رواداری اس معاشرے سے اٹھ چکی تھی۔ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ زمانہ جاہلیت میں قبائل معمولی باتوں پر آپس میں جھگڑنے لگتے اور یہ سلسلہ نسل در نسل جاری رہتا تھا۔ قبیلہ بکر اور تغلب آپس میں چالیس سال تک مسلسل باہم دست و گریبان رہے اور قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا الطاف حسین حالی نے اس معاشرے کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے:

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگ میں بے باک جیسے

دوسری جگہ برداشت اور رواداری سے عاری اس قوم کی باہمی جنگوں اور قبیلوں کے صفحہ ہستی سے مٹ جانے کا نقشہ کچھ یوں کھینچتے ہیں:

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہی چلتی رہتی تلوار ان میں

عرب کی تاریخ میں ''داحس'' اور غبرا نامی دو جنگوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ جنگیں کئی دہائیوں تک جاری رہیں اور قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ بالآخر رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت میں ڈوبی اس قوم کی بھلائی اور اصلاح کے لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ محسن انسانیت ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات

نے لوگوں کی عادات، اخلاقی اقدار، آداب، معاشرت، طرز فکر اور نقطہ نظر کو بدل کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے اہل عرب کی اتنی اچھی تربیت کی کہ انھوں نے حکم الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ معاشرے سے ظلم و ستم اور جور و جفا کا خاتمہ ہو گیا:

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

قرآن حکیم میں برداشت کرنے والوں کی کئی مقامات پر تعریف کی ہے:

"اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔" (آل عمران، ۳: ۱۳۴)

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی تعلیمات کی عملی تصویر اور تفسیر پیش فرمائی۔

"فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔" (الاحزاب: ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفی ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور آپ کو صفت "حلم و بردباری" سے بھی نوازا۔ آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، پتھر برسائے گئے، طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا گیا مگر آپ ﷺ نے ہمیشہ برداشت اور تحمل سے کام لیا۔

ان میں سے ایک واقعہ فتح مکہ کا بھی ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر جب پورا مکہ مکرمہ آپ ﷺ کے رحم و کرم پر تھا اور تمام قریش مکہ عاجز و مجبور تھے لیکن اس کے باوجود بھی حضور اکرم ﷺ نے شانِ رحمت اور شانِ حلم کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے خون کے پیاسوں، صحابہ کرامؓ پر سرزمین مکہ تنگ کرنے والوں، غلام صحابہ کرامؓ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے اور انھیں بے دردی سے شہید کرنے والوں کو بھی یہ کہہ کر معاف فرما دیا کہ "جو ہتھیار ڈال دے اس کے لیے امان ہے جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کے لیے امان ہے جو مسجد میں داخل ہوا ئے اس کے لیے امان ہے اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لے بھی امان ہے۔ یہ واقعہ برداشت اور رواداری کے لیے بھی امان ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

"حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا، سوائے اس صورت کے کہ کسی نے احکام خداوندی کی نافرمانی کی ہو۔" (بخاری و مسلم)

> رواداری کے معنی ہیں
> کہ جن لوگوں کے عقائد
> یا اعمال ہمارے نزدیک
> غلط ہیں ہم اُن کو
> برداشت کریں

نبی اکرم ﷺ کو مکی زندگی میں بالخصوص اور مدنی زندگی میں بالعموم متعدد بار آزمائشوں، تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ ﷺ نے ہر موقع پر نہ صرف خود صبر و تحمل، استقامت، عفو و در گزر اور برداشت و رواداری کا عظیم مظاہرہ کیا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی صبر و تحمل کی تاکید و تلقین فرمائی۔ ''واقعہ افک'' میں آپ ﷺ اور آپ کے گھرانے کو ایک سخت آزمائش اور امتحان سے گزرنا پڑا۔ لیکن اس سخت ترین آزمائش کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے کمال برداشت اور تحمل کا مظاہرہ کیا۔

واقعہ افک ایک ایسا موقع تھا جہاں شاید صبر و تحمل کے پیکر کا دامن بھی صبر واستقامت سے لبریز ہو جاتا۔ (واقعہ افک سے مراد وہ واقعہ ہے جس میں منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دامنِ عفت و عزت کو داغدار کرنے کی ناپاک جسارت کی بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی کئی آیاتِ مبارکہ نازل فرما کر آپؓ کی پاک دامنی اور عفت و پاکیزگی کو روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح کر دیا۔)

نبی اکرم ﷺ نے غصے پر قابو رکھنے اور برداشت کو اصل طاقت قرار دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقت ور وہ شخص نہیں ہے جو کشتی (پہلوانی) میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ طاقت ور تو در حقیقت وہ ہے جو غصے کے موقع پر اپنے (نفس کے) اوپر قابو رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱۴)

جو شخص انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود دوسروں کو معاف کر دیتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: اے میرے رب آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے زیادہ پیارا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو انتقامی کارروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔ (مشکوۃ المصابیح)

مسلمانوں اور قریش کے درمیان ایک تحریری معاہدہ ۶ ہجری/ 628ء میں طے پایا تھا جس کے نتیجے میں رسول اکرم ﷺ نے صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قریش کی جانب دارانہ

اور یک طرفہ مفادات پر مشتمل یہ معاہدہ منظور فرمالیا تھا لیکن بعد میں وقت نے ثابت کر دکھایا کہ صلح حدیبیہ کا فائدہ مسلمانوں کو ہوا۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے نگاہ نبوت سے دیکھ لیا تھا کہ کفار قریش اس معاہدے کی پاس داری نہیں کر سکیں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے صلح کی شرائط تحریر کرنے کی ذمہ داری حضرت علیؓ کو دی۔ حضرت علیؓ نے معاہدہ سے قبل ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھا لیکن سہیل بن عمرو نے کہا کہ عرب دستور کے مطابق ”باسمک اللہم“ لکھا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہی لکھنے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد یہ لکھا جانا تھا کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا اور جب ”محمد رسول اللہ“ لکھا گیا تو سہیل بن عمرو نے پھر اعتراض کیا کہ ”محمد بن عبداللہ“ لکھا جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس شرط کو بھی منظور کر لیا۔

> حضور نبی اکرم ﷺ نے غصے پر قابو رکھنے اور برداشت کے مظاہرہ کو اصل طاقت قرار دیا ہے

اس طرح یک طرفہ مفادات، مسلمانوں کے نکتہ نظر سے سخت شرائط اور قریش کی من مانیوں نے مسلمان کو شدید اضطراب سے دوچار کر دیا لیکن مسلمانوں نے اس کڑے وقت میں بڑے صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا اور اس معاہدہ کی پاس داری پر عمل درآمد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو فتح کی خوش خبری دی۔ حضور اکرم ﷺ نے جب یہ خوشخبری اہل ایمان کو سنائی تو مسلمانوں کے حوصلے مزید بلند ہو گئے۔

ہم مسلمان ہیں اور پاکستانی۔ ہم نے یہ وطن توحید کی بنیاد پر حاصل کیا لیکن افسوس کہ توحید کی تعلیمات سے روگردانی کی وجہ سے لوگوں میں عدم برداشت اور غیر رواداری میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ عدم برداشت کی کئی وجوہات ہیں، پہلی وجہ لوگوں نے اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ میں بے انتہا غفلت کا رویہ اختیار کیا ہے۔ دوسری وجہ والدین اولاد کی تربیت کرتے ہوئے عدم برداشت سے کام لیتے ہیں۔ تیسری وجہ لوگ اپنے فیصلوں، اپنے رویے کو ہر کسی کے رویے سے بہترین سمجھتے ہیں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے فیصلے دوسروں پر مسلط کرتے ہیں۔ پانچویں اہم وجہ جو زیادہ لوگوں میں پائی جاتی ہے وہ تنقید برائے تنقید اور بے جا تنقید ہے۔ پانچویں اہم وجہ غصے کو

قابو میں نہ رکھنا ہے۔ یہ رویہ ہم انفرادی سطح سے لے کر ملکی سطح پر دیکھ سکتے ہیں۔ دو اہم وجوہات اور بھی ہیں جن کا ہمیں ملکی سطح پر سامنا ہے۔ یہ سنگین مسائل کی صورت اختیار کر چکی ہیں اور لوگوں کو عدم برداشت اور تصادم کی طرف لے جا رہی ہیں، وہ ہیں: فرقہ واریت اور طبقاتی امتیاز۔

فرقہ واریت ہمارے ملک میں ناسور کی طرح پھیل چکی ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں جو ملی اتحاد کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

۱۔ ایک قسم وہ اختلاف اور تفرق ہے جو حسد و عناد اور قبائلی یا گروہی عصبیت پر مبنی ہو، اس کی بنیاد مذہبی عقیدے پر نہیں ہوتی۔

۲۔ دوسری قسم اسلام کے بنیادی عقائد سے جان بوجھ کر انکار کرنا، اختلاف کرنا اور پھوٹ ڈالنا ہے۔ ایسا جان بوجھ کر کیا جاتا ہے۔ اس کی اصل وجہ خودسری و سرکشی ہوتی ہے۔

۳۔ تیسری قسم فروعی اور اجتہادی مسائل ہیں۔ جن کی بنا پر ایک دوسرے سے برات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں سیاسی اور انتظامی خامیاں بھی فرقہ واریت کو مستحکم کرنے میں معاون ہیں۔ گذشتہ دو دہائیوں سے فرقہ وارانہ قتل و غارت میں اضافہ ہو رہا ہے:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے مختلف مسالک کے علما کرام کا اتحاد وقت کی اشد ضرورت ہے۔ یاد رکھیں امت مسلمہ اور امت اسلامیہ فرقوں اور گروہوں کے مصنوعی اور سطحی اتحاد کا نام نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں جسد واحد اور بنیان مرصوص کی طرح امت واحدہ ہیں:

"اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔" (آل عمران: ۱۰۳)

حدیث نبوی ﷺ ہے: "اللہ تمھارے لیے یہی پسند کرتا ہے کہ حبل اللہ پر متحد ہو جاؤ اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔"

اس ضمن میں حکومت، تعلیمی اداروں، دینی مدارس اور علما کو دینی و سیاسی قیادت کے ساتھ مل کر برداشت اور رواداری، باہمی احترام اور قانون کے بلا امتیاز نفاذ کے عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔

پاکستان اسلامی نظریاتی مملکت ہے۔ اسلام، قرآن اور عشق رسول ﷺ اس کی رگ و پے میں رچا بسا ہے۔ لہذا موجودہ نظام تعلیم کو تبدیل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ملی یکجہتی کونسل، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

طبقاتی امتیاز بھی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ یہ انسانیت کا مہلک روگ اور مرگ آفریں عارضہ ہے۔ اس عارضے نے انسانوں کو جوہری جنگوں سے دوچار کروایا۔ اسلام میں طبقاتی امتیاز منع ہے۔ ہمیں نسلی و

طبقاتی امتیاز سے بھی خود کو دور رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے خاندانی اور قومی تفاخر کی بنا پر دوسرے لوگوں کو خود سے حقیر اور کم تر گردانتے ہیں۔ یہ رویہ بھی بسا اوقات جھگڑے اور تصادم کی فضا پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جس سے لوگوں کا سکون غارت اور وقت ضائع ہوتا ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

"اور ہم نے تمھیں (مختلف) قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہو۔" (الحجرات: ۱۳)

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے واضح کر دیا تھا کہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہو گی۔ ان واضح تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سب کو چاہیے کہ نسلی اور خاندانی تفاخر سے بالاتر ہو کر ہم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔ یہ تبھی ممکن ہو گا جب ہم ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے دوسروں کی باتوں کو برداشت کریں اور ان کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اس رویے سے یقیناً معاشرے میں زندہ اور تابندہ روایات کو فروغ ملے گا۔

یاد رکھیں! عدم برداشت کی وجہ سے معاشرے میں جرائم پنپتے ہیں۔ صرف اس رویے کو تبدیل کر کے جرائم کی شرح میں غیر معمولی کمی لائی جاسکتی ہے۔ اس وقت اشد ضرورت ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی طرز پر ابتدائی سطح پر برداشت اور رواداری، اچھائی اور برائی میں امتیاز اور بدعنوانی کے حوالے سے نصاب سازی کی جائے۔ علاوہ ازیں حکومت کو اس معاملے پر سنجیدگی سے قانون سازی کرنے اور اس پر عمل درآمد کروانے کی اشد ضرورت ہے۔

بانی پاکستان نے 11 اگست 1947ء کو مجلس قانون ساز کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"ہم آج اس اصول کے ساتھ شروعات کر رہے ہیں کہ ہم تمام مذاہب کے لوگ ایک ہی ملک کے اور سب برابر کے شہری ہیں۔ اس اصول کو اپنائے بغیر ہم عدم برداشت اور شدت پسندی سے نجات حاصل نہیں کر سکتے۔"

اس تمام بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہمیں مثبت رویوں کو فروغ دینے کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

یاد رکھیے ہر سال 16 نومبر کو برداشت اور رواداری کا دن منانے کے ثمرات ہم منفی رویوں کو ختم کر کے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

موسمیاتی تبدیلیاں......وجوہات، مسائل اور حل

سمیہ اسلام

موسمیاتی تبدیلی ایک بہت گھمبیر اور تحقیق طلب معاملہ ہے جو دنیا بھر میں اپنا نقصان دہ اثر چھوڑ رہا ہے۔ موجودہ دور میں بنی نوع انسان اپنی بقا کے حوالے سے مقامی، علاقائی اور عالمی سطح پر پیش آنے والے سب سے اہم مسئلے یعنی موسمیاتی تبدیلیوں سے نبرد آزما ہے۔ موسمیاتی تبدیلی دراصل آب و ہوا کے قدرتی نظام میں پیدا ہونے والے بگاڑ کا نام ہے جس کی بڑی وجہ انسانی طور طریقوں، معمولات، استعمالات اور خواہشات میں بگاڑ کا پیدا ہونا ہے۔ قدرتی وسائل مثلاً پانی، خوراک، لکڑی، اور زمین کا بے تحاشا اور بلاضرورت استعمال اور ان کے ضیاع جیسے مسائل اس مسئلے کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔ موسمیاتی تبدیلیوں کا معاملہ بنیادی طور پر عالمی درجہ حرارت میں تبدیلی سے منسلک ہے؛ جس کی چند بنیادی وجوہات میں درجہ حرارت بڑھانے میں معاون گیسز مثلاً کاربن ڈائی آکسائیڈ کا بڑے پیمانے پر اخراج اور جنگلات کے رقبے میں نمایاں کمی ہونا سرفہرست ہیں۔

عمومی طور پر موسمیاتی یا ماحولیاتی تبدیلیوں کے لیے گلوبل وارمنگ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے' اس وجہ سے عام لوگوں کے خیال میں اس سے مراد گرمی کی شدت میں اضافہ ہے، حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کے سبب شدید اور دیرپا سردی یا گرم اور معتدل مہینوں میں

سخت سردی بھی ہو سکتی ہے۔ عام آدمی کی زندگی پر شاید اس کے اثرات فوری نمایاں نہ ہوں مگر فصلوں اور زراعت پر ایسے موسموں کے تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک اپنے بھرپور وسائل کی وجہ سے کسی حد تک موسمیاتی تبدیلی کے برے اثرات کا مقابلہ کر رہے ہیں لیکن مالی مشکلات، تحقیقی و سائنسی سہولتوں کے فقدان اور تربیت یافتہ عملے کی کمی کے باعث ترقی پذیر اقوام موسمیاتی تبدیلی کے تباہ کن اثرات کا سامنا کرنے سے عمومی طور پر قاصر نظر آتی ہیں۔

دنیا کو اس وقت جہاں کئی مسائل کا سامنا ہے وہیں ایک بڑا مسئلہ موسمیاتی تبدیلی کا ہے۔ جو اس وقت بہت تیزی سے دنیا پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ گلوبل وارمنگ اور موسمیاتی تبدیلی زمین کی ماحولیاتی حالات میں تبدیلی کا نام ہے۔ جو کہ اندرونی اور بیرونی عوامل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں موسمیاتی تبدیلی عالمی سطح پر خطرناک صورت اختیار کر رہی ہے اور آنے والے دور میں یہ دنیا کے لیے ایک بڑا خطرہ ہوگا۔ اس کا سب سے زیادہ اثر زمین پر اور زمین پر رہنے والی مخلوقات پر ہو رہا ہے۔

بد قسمتی سے پاکستان موسمیاتی تبدیلیوں سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ممالک کی عالمی درجہ بندی میں پانچویں نمبر پر ہے۔ پاکستان کے حوالے سے موسمیاتی تبدیلیوں کے انسانی صحت کو خطرات، غذائی اجناس کی پیداوار میں کمی، وبائی امراض کے پھیلاؤ میں اضافہ، خشک سالی، گلیشیرز کے پگھلاؤ، سطح سمندر میں اضافے، موسموں کے دورانیے میں تغیر اور شدت، سیلاب اور گرمی و سردی کی لہروں میں اضافے جیسے نمایاں اثرات ہیں۔ موسمیاتی تبدیلیاں جہاں ناپائیدار ترقی، سماجی تفریق اور وسائل کی تقسیم میں ناانصافی میں اضافے کا موجب ہو سکتی ہیں وہاں ان کی وجہ سے املاک، جانوروں اور فصلوں کا نقصان، بے ہنگم نقل مکانی، بھوک و افلاس اور بیماریوں سے اموات میں اضافہ جیسے مسائل بھی دیکھے گئے ہیں۔

موسمیاتی تبدیلی کی وجوہات

موسمیاتی تبدیلی کی بڑی وجہ کوئلہ، گیس، تیل کا استعمال ہے۔ ان سے نکلنے والا ایندھن ماحولیاتی آلودگی کا بھی سبب ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق تیل، گیس اور کوئلے کا استعمال جب سے شروع ہوا ہے تب سے دنیا تقریباً 1.2 ڈگری سینٹی گریڈ زیادہ گرم ہوئی ہے۔ یہ ایندھن بجلی کے کارخانوں، ٹرانسپورٹ اور گھروں کو گرم کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

اسکے علاوہ دن بدن زمین پر درختوں کا کٹاؤ جس سے گرین ہاؤس گیسز کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ پانی کا بے تحاشا استعمال، صنعتوں میں ماحول دشمن سرگرمیاں مثلاً ماحول کو آلودہ کرنے والی گیس اور آلودہ

پانی جو کہ آلودگی کا سبب بھی ہے۔ ان میں گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں بھی شامل ہے۔ اسی طرح ان فوسل فیولز کو جلانے سے گرین ہاؤس گیسیں خارج ہوتی ہیں جو سورج کی توانائی کو پھنساتی ہیں۔ ماحول دشمن انسانی سرگرمیاں موسمیاتی تبدیلی کا سبب بن رہی ہیں۔

موسمیاتی تبدیلی کے اثرات

چونکہ دنیا بھر میں ماحول ایک منسلک فریم ورک ہے ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات ہر جگہ محسوس کیے جاتے ہیں۔ ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات میں موسمیاتی تبدیلی کے انسانی صحت پر اثرات، غذائی اجناس کی کی پیداوار میں کمی، سمندر کی بڑھتی ہوئی سطح، وبائی امراض کا پھیلاؤ، سیلاب، گرمی سردی کی شدت میں اضافہ ہونا، موسم کے دورانیوں کا طویل ہونا اور تغیر نما ہوتے جانا۔ برف کا پگھلنا، خشک سالی، وغیرہ ہے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کے اسباب، اثرات اور ان سے لاحق سنگین خطرات کا مقابلہ کرنے کیلئے مختلف سطحوں پر مربوط کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں تعلیمی و تحقیقی میدان میں اس موضوع پر اب تک ہونے والا کام تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ اشد ضرورت ہے کہ اعلیٰ تعلیمی اداروں خصوصاً جامعات میں اس سلسلے میں تحقیقی مراکز اور جدید تجربہ گاہیں قائم کی جائیں اور ماہر افرادی قوت پیدا کی جائے۔ تحقیق کے چند اہم توجہ طلب نکات میں موسمیاتی تبدیلیوں کے ذمہ دار مقامی انسانی و قدرتی عوامل کو جانچنا، فضائی آلودگی کی اہم وجوہات جاننا اور اس کی نقل و حرکت کا بروقت پتا لگانا، موسمیاتی تبدیلی کے انسانی صحت، مزاج اور رہن سہن پر مرتب ہونے والے منفی اثرات کا مشاہدہ کرنا، بیماریوں کے پھیلاؤ، زراعت اور اجناس کی پیداوار، زمین اور پانی کے حساس ماحولیاتی نظام پر اثرات کا جائزہ لینا اور ان اثرات کا مقابلہ کرنے کیلئے ان کے حل تلاش کرنا اور ان کا مقابلہ کرنے کی حکمت عملی وضع کرنا شامل ہو سکتے ہیں۔

حکومتی سطح پر ماحولیات دوست اقدامات میں ماحولیاتی قوانین پر عمل کرانا، صنعتوں سے زہریلی گیسوں کے اخراج کو کم کرنا، جنگلات کے کٹاؤ کو روکنا اور نئے جنگلات اگانا، شہری علاقوں میں کوڑا کرکٹ کا بہتر نظام بنانا، فضلہ جات ٹھکانے لگانے والی جگہوں کا مناسب انتخاب کرنا، گرین انرجی کی پیداوار کو بڑھانے کیلئے اقدامات کرنا، نئے شہروں کو بسانا اور اس حوالے سے عوامی سطح پر احساس ذمہ داری جگانا اور تربیتی پروگرامز منعقد کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ اس سلسلے میں پاکستان میں کچھ عرصہ پہلے ایک وزارت برائے موسمیاتی تبدیلی قائم کی گئی جو اپنی نوعیت کی ایک منفرد وزارت ہے۔ موسمیاتی تبدیلیاں موجودہ حکومت کی ترجیحات میں اہم مقام رکھتی ہیں اور اس حوالے سے بلین ٹری سونامی،

> موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے غذائی پیداوار میں کمی، صحت کی خرابی اور وبائی امراض بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہے ہیں

ٹین بلین ٹری، گرین کلین پنجاب، ای گورننس، گرین انرجی، الیکٹرانک وہیکلز، گرین ہاؤس اور زہریلی گیسوں کے اخراج میں کمی، بھٹوں میں زگ زیگ ٹیکنالوجی جیسے کئی منصوبوں پر کام بھی کیا گیا ہے۔ یہ حکومتی منصوبے یقیناً بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی آف پاکستان بھی موسمیاتی تبدیلیوں کے سبب آنے والی آفات اور ہنگامی حالات سے نمٹنے کیلئے دن رات کوشاں ہے' اور اس کے قیام اور کاوشوں کے سبب جانی نقصان میں کمی بھی آئی ہے جبکہ قیمتی املاک کو بچانے میں مدد بھی مل رہی ہے۔ عوام میں اس بارے آگاہی مہم کے ذریعے شعور بیدار کرنے میں بھی یہ اتھارٹی خاصی فعال رہی ہے۔

انفرادی واجتماعی طور پر ہمیں چاہیے کہ اپنی بڑھتی ہوئی خواہشات کو محدود رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کریں اور ضرورت کے تحت ان چیزیں کو اپنے استعمال میں لائیں۔ پلاسٹک کے لفافوں اور اس سے بنی دوسری اشیا کے استعمال کو کم سے کم کرتے جائیں، پانی کو ضائع ہونے سے روکیں اور اگر ممکن ہو تو استعمال شدہ صاف پانی کو "ری سائیکل" کریں، قریبی جگہوں پر جانے کے لیے اپنی ٹانگوں یا سائیکل کا استعمال کریں، گھروں میں سولر انرجی سسٹم لگائیں اور بجلی کے استعمال کو کم سے کم سطح پر رکھیں۔ گندگی نہ پھیلائیں، گاڑی، کپڑے اور گھر وغیرہ دھوتے، وضو اور غسل کرتے وقت پانی کا ضیاع نہ ہونے دیں اور ناقابل تلف چیزوں کے استعمال سے پرہیز کریں۔

پاکستان اور انڈیا میں شدید گرمی کی لہر آئی ہوئی ہے۔ برطانیہ کے موسمیاتی ادارے کی تحقیق کے مطابق کہ موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے پاکستان اور شمال مغربی انڈیا میں موسموں کی شدت کے نئے ریکارڈ قائم ہونے کے امکانات 100 گنا زیادہ ہو چکے ہیں۔ اب اس خطے کو ہر تین برسوں بعد 2010 کے شدید ترین گرم موسم سے زیادہ گرم موسموں کی توقع کرنی چاہیے۔ برطانوی میٹ آفس کے مطابق پاکستان اور شمال مغربی انڈیا کو ہر تین سال بعد ایسے شدید گرم موسم کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو موسمیاتی تبدیلی کے بغیر 312 سال میں صرف ایک بار ہوتا ہے۔ موسمیاتی پیشین گوئی کرنے والوں کا کہنا ہے کہ آنے والے دنوں میں شمال مغربی

انڈیا میں درجہ حرارت نئی بلندیوں کو چھو سکتا ہے۔

اِن نتائج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکومت کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی اس مسئلے کی سنجید گی کو سمجھ کر اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔ عوام کو چاہیے کہ اپنے اِرد گرد زیادہ سے زیادہ پودے اور درخت لگائیں۔ گاڑیوں کا استعمال مہذب طریقے سے کریں۔ حکومت کو دھواں چھوڑتی گاڑیوں پر پابندی لگانی چاہیے۔ عوام کو کم سفر کے لئے ذاتی گاڑیاں کم سے کم استعمال کرتے ہوئے پبلک ٹرانسپورٹ کو یا پھر پیدل چلنے کو ترجیح دینی چاہیے جیسا کہ دوسرے ممالک میں ہوتا ہے۔ اسی طرح فیکٹریوں کے مالکان کو بھی اپنے زہریلے کیمیکل کو فضا میں چھوڑنے کی بجائے متبادل راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ فیکٹریوں کو آبادی سے دور شفٹ کرنا چاہیے۔ بالکل اسی طرح بھٹہ مالکان کو بھی اپنے بھٹے جدید طریقوں سے نصب کرنے چاہئیں تاکہ غریب عوام اُن کے ذاتی مفاد کی زد میں نہ آئیں۔ موسمیاتی تبدیلی کا مسئلہ دن بدن سنگین صورتِ حال اختیار کر رہا ہے۔ اس تبدیلی سے صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا متاثر ہو رہی ہے۔ اس مسئلے کی سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ستمبر 2019ء اقوامِ متحدہ کے اجلاس کے ایجنڈے میں یہ مسئلہ زیر بحث رہا ہے، لہٰذا حکومتِ وقت کو بھی اس مسئلے سے نپٹنے کے لئے ایمرجنسی نافذ کرنا ہو گی۔ عوام میں اس مسئلے کا شعور اجاگر کرنے کے لئے میڈیا کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ محکمہ ماحولیات کو بھی پوری توانائی اور ایمانداری سے اس مسئلے کے تدارک میں اپنی ذمہ داری نبھانا ہو گی تاکہ ہماری آنے والی نسلیں موسمیاتی تبدیلی کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ موسمیاتی تبدیلی سے نمٹنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے کہ انسان تمام ان سرگرمیوں کو ترک کرے جو موسمیاتی تبدیلی کا سبب بن رہی ہیں۔ اس کے لیے جو ممکنہ اقدامات ہو وہ کیے جائیں۔ یہ جتنا جلد ممکن ہو سکے کیا جائے۔

پاکستان میں تعلیمی و تحقیقی میدان میں اس اہم موضوع پر ہونے والا کام تسلی بخش نہیں، اعلیٰ تعلیمی اداروں کو اس پر توجہ دینا ہو گی

الفیوضات المحمدیہ
(شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

وظیفہ برائے ردِ شرّ و سحر و دفعِ آفات و بلیّات

شر نظر و حسد، جادو ٹونہ، آسیب، وسوسہ، خیالات فاسدہ اور دیگر آفات و بلیّات سے بچاؤ اور برکات الٰہیہ کے حصول کے لئے معوذ تین کا وظیفہ نہایت مفید اور مؤثر ہے:

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۔ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰهِ النَّاسِ۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ۔

فضیلت:

حضرت عبد اللہ بن حبیب ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قل ھو اللہ احد اور معوذ تین (آخری دونوں سورتیں) صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھے تو یہ اس کے لئے ہر قسم کی آفات و بلیّات سے حفاظت اور نجات کے لئے کافی ہے۔ ان تین سورتوں کے مثل کوئی سورت سابقہ کتب سماوی میں کسی اور نبی پر نازل نہیں ہوئی۔

حضور نبی اکرم ﷺ ہر رات سوتے وقت معوذ تین پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک کر جسم مبارک پر مسح فرماتے تھے۔

(ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۲۷۵، رقم: ۳۸۷۵، عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

۱۱مرتبہ، ۴۰ مرتبہ یا حسب ضرورت ۱۰۰مرتبہ پڑھیں۔

اوّل و آخر ۱۱، ۱۱مرتبہ درود شریف اور ۱۱، ۱۱ مرتبہ استغفار پڑھیں۔

اس وظیفہ کا بہتر وقت بعد از نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے تک اور بعد نماز عشاء سونے سے پہلے کا ہے۔

اس وظیفہ کو ۷ دن، ۱۱دن، ۴۰دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

نوٹ: ہر رات سونے سے قبل آخری تین سورتوں (تین قل) یا چہار قل کا پڑھنا بھی موجبِ برکتِ کثیرہ ہے۔

وظیفہ برائے کثرتِ رزق و رحمت و کثرتِ خیرات و برکات

ہر قسم کی خیر و برکت، رزق و رحمت کی کثرت اور انعاماتِ الٰہیہ کے لئے یہ وظیفہ نہایت مفید اور مؤثر ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ۔

۱۱بار، ۴۰بار یا ۱۰۰بار پڑھیں۔

اول و آخر ۱۱، ۱۱مرتبہ درود شریف اور ۱۱، ۱۱مرتبہ استغفار پڑھیں۔

اس وظیفہ کا بہتر وقت بعد از نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے، بعد نماز عصر غروبِ آفتاب سے پہلے یا بعد نماز عشاء سونے سے پہلے ہے۔

اس وظیفہ کو کم از کم ۴۰ دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

گلدستہ

موسم سرما اور خشک میوہ جات

خدیجہ بتول

مونگ پھلی کے فوائد

موسم سرما میں بیشتر افراد مونگ پھلی کھانا پسند کرتے ہیں۔
مونگ پھلی کو مختلف شکلوں میں کھایا جاتا ہے مگر کیا اس سے صحت کو کوئی فائدہ ہوتا ہے؟
بیشتر افراد کا ماننا ہے کہ مونگ پھلی بادام، اخروٹ یا کاجو جتنی مفید نہیں ہوتی۔
مگر حقیقت تو یہ ہے کہ مہنگی گریوں کے مقابلے میں سستی مونگ پھلی صحت کے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

غذائی اجزا سے بھرپور

مونگ پھلی پروٹین، چکنائی اور فائبر سے بھرپور ہوتی ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ چکنائی کی یہ قسم صحت کے لیے مفید خیال کی جاتی ہے جس سے کولیسٹرول لیول کم ہوتا ہے۔
اس کے ساتھ ساتھ مونگ پھلی میگنیشیم، فولیٹ، وٹامن ای، کاپر، کیلشیئم، آئرن، زنک، فاسفورس، وٹامن بی 3، وٹامن بی 1، وٹامن بی 6 اور وٹامن بی 2 کے حصول کا بھی اچھا ذریعہ ہے۔

دل کے لیے مفید

تحقیقی رپورٹس سے عندیہ ملا ہے کہ مونگ پھلی دل کی صحت کے لیے اخروٹ اور باداموں جتنی ہی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کو کھانے سے کولیسٹرول لیول میں کمی آتی ہے جس سے امراض قلب کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ اسی طرح مونگ پھلی کو کھانے کی عادت بلڈ کلاٹس کی روک تھام بھی کرتی ہے جس سے ہارٹ اٹیک یا فالج سے بچنا ممکن ہوتا ہے۔

جسمانی وزن میں کمی

پروٹین سے بھرپور غذاؤں سے پیٹ بھرنے کا احساس زیادہ دیر تک برقرار رہتا ہے اور مونگ پھلی میں پروٹین کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے۔ تحقیقی رپورٹس کے مطابق غذا میں مونگ پھلی کو شامل کرنے سے جسمانی وزن میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں کمی آتی ہے۔

ذیابیطس کا خطرہ کم ہوتا ہے

مونگ پھلی کو کھانے سے بلڈ شوگر کی سطح میں اضافہ نہیں ہوتا، اس لیے اعتدال میں رہ کر اسے کھانا ذیابیطس کے مریضوں کے لیے نقصان دہ نہیں۔ تحقیقی رپورٹس سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ مونگ پھلی کھانے سے ذیابیطس ٹائپ 2 سے متاثر ہونے کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

ورم میں کمی

مونگ پھلی فائبر کے حصول کا اچھا ذریعہ ہے جس سے نظام ہاضمہ بہتر ہوتا ہے اور جسمانی ورم میں کمی آتی ہے۔

کینسر کی روک تھام

تحقیقی رپورٹس سے معلوم ہوا ہے کہ مونگ پھلی کے مکھن کو کھانے سے معدے کے کینسر کا خطرہ کم ہو سکتا ہے۔

لمبی زندگی

مونگ پھلی کو اکثر کھانے سے کسی بھی وجہ سے موت کا خطرہ کم ہو سکتا ہے۔ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ جو لوگ مونگ پھلی سمیت کسی بھی قسم کی گری کھانے کے عادی ہوتے ہیں ان میں کسی بھی وجہ سے موت کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ اگرچہ اس تحقیق میں یہ وجہ تو سامنے نہیں آسکی کہ مونگ پھلی کھانے سے موت کا خطرہ کم کیوں ہوتا ہے مگر اسے مفید ضرور قرار دیا گیا۔

پِتے کی پتھری کا خطرہ کم ہوتا ہے

تحقیقی رپورٹس میں بتایا گیا کہ مونگ پھلی کو کھانے سے مردوں اور خواتین میں پِتے کی پتھری کا خطرہ کم ہو سکتا ہے۔ پتے میں پتھری عموماً کولیسٹرول کی سطح بڑھنے کا نتیجہ ہوتی ہے اور مونگ پھلی کھانے سے کولیسٹرول کی سطح کم ہوتی ہے جس سے یہ خطرہ کم ہوتا ہے۔

جِلد کے لیے مفید

وٹامن بی 3 سے بھرپور ہونے کے باعث مونگ پھلی جِلد کی صحت کے لیے بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ وٹامن بی 3 اعصابی نظام، نظام ہاضمہ اور جِلد کے لیے بہت اہم ہوتا ہے اور غذا کے ذریعے اس کے

زیادہ استعمال سے عمر بڑھنے کے ساتھ جھریاں ابھرنے کا امکان کم کرتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس وٹامن کے استعمال سے جِلد کے مختلف امراض سے متاثر ہونے کا خطرہ بھی کم ہوتا ہے۔

دماغی صحت بہتر ہوتی ہے

مونگ پھلی کھانے سے دماغی تنزلی کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ مونگ پھلی کھانے سے امراض قلب کا خطرہ کم ہوتا ہے اور دل کی صحت بہتر ہونے سے دماغی صحت پر بھی مثبت اثرات۔

سردیوں میں خشک کھانسی اور سردی سے کیسے بچا جائے؟

موسم سرما کے شروع ہوتے ہی نزلہ، کھانسی اور دیگر بیماریاں سر اٹھا لیتی ہیں جن سے جان چھوڑانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ان سب سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ سردیوں میں اپنی قوت مدافعت کو مضبوط بنایا جائے تاکہ آپ کا جسم بیکٹیریا اور وائرل انفیکشن سے لڑنے کی صلاحیت رکھ سکے۔

کھٹے پھل

شاید آپ کو سن کر عجیب لگ رہا ہوگا کہ کھٹے پھل کھانے سے تو گلا خراب ہو جائے گا اور کھانسی بھی شروع ہو جائے گی لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ قدرت نے کھٹے پھلوں میں انفیکشن سے لڑنے کی صلاحیت رکھی ہے۔کھٹے پھلوں میں مالٹا، کینو، لیمو اور گریپ فروٹ جیسے پھل شامل ہیں کیونکہ ان میں وٹامن سی کی مقدار بھرپور ہوتی ہے جو جسم میں وائٹ بلڈ سیل کو پیدا کرتے ہیں اور انفیکشن سے لڑنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

بیریز

بیریز میں اسٹرابیری، بلو بیری اور شہتوت وغیرہ شامل ہیں، ان بیریز میں اینٹی آکسیڈینٹ، وٹامنز اور فائبر بھاری مقدار میں پایا جاتا ہے جو قوت مدافعت کو مضبوط بناتا ہے۔

ادرک

اس کے علاوہ ادرک بھی کھانسی سے بچنے میں بہترین کردار ادا کرتا ہے، ادرک میں سوزش سے بچاؤ اور اینٹی آکسیڈنٹ کی خصوصیات ہوتی ہیں جو کھانسی اور نزلہ زکام سے وابستہ سانس کی بیماریوں کو دور کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

موسم سرما اور پنجیری کا استعمال:

پنجیری سردیوں میں کھائے جانے والی ایک سوغات ہے یہ پرانے زمانے کی ایک خاص مٹھائی ہے جسے لوگ دور جدید میں بھی بہت شوق سے کھاتے ہیں۔عرف عام میں پنجیری کو لوگ دکان سے خرید کر کھاتے ہیں یا پھر گھر میں تازہ اور خالص بنا کر کھانا پسند کرتے ہیں۔پنجیری ذائقے میں لذیذ ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے کتنی فائدہ مند ہے یہ ہم آج آپ کو بتائیں گے۔

سردی کے موسم میں پنجیری کھانے سے کیا ہوتا ہے؟

ہڈیوں کے درد میں مفید:

ہڈیاں کیلشیم، وٹامنز اور منرلز کی کمی کی وجہ سے کمزور ہو جاتی ہیں اور ان میں درد ہوتا ہے البتہ سردی کے موسم میں ہڈیوں کے درد میں اضافہ ہو جاتا ہے ایسے میں پنجیری کا استعمال بےحد مفید ہے کیونکہ یہ تمام ضروری غذائی اجزاء سے بھرپور ہوتی ہے اگر اسے غذائیت کا خزانہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

زچہ عورت کے لئے مفید:

سردی ہو یا گرمی پنجیری زچہ عورت کو ضرور کھلائی جاتی ہے کیونکہ یہ بچے کی پیدائش سے قبل اور بعد کی ہر طرح کی کمزوری کو دور کرنے کے لئے بہترین غذا ہے۔

دماغی و جسمانی صحت:

پنجیری میں بھرپور غذائی اجزاء کی موجودگی اسے دماغی و جسمانی صحت کے لئے بہترین بناتے ہیں، اس میں تمام خشک میوہ جات اور صحت مند غذائی اجزاء سے بھرپور تمام چیزیں شامل ہوتی ہے جس سے نہ صرف جسم میں طاقت آتی ہے بلکہ دماغی صحت بھی اچھی ہو جاتی ہے۔

نظر کی کمزوری میں مفید:

پنجیری میں چار مغز، سفید تل، بادام پستہ اور اخروٹ جیسے بہترین لوازمات شامل ہوتے ہیں جو کہ آنکھوں کی روشنی کے لئے بے حد مفید ہیں اس لئے پنجیری کے استعمال سے نظر تیز ہوتی ہے۔

پنجیری بنانے کے لئے درکار اجزاء

بادام، اخروٹ، پستہ، ثابت ناریل (کدوکش کے زریعے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بنائیں)، چاروں مغز، چھوہارے، السی کے بیج ، پھول مکھانے، کاجو، گوندھ، کشمش، کمرکس یہ تمام اجزاء حسب ضرورت لیں ایک ایک پاؤ بھی لیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ سوجی 250 گرام، کھویا 200 گرام، گیہوں کا آٹا 50 گرام، دال ماش آٹا 50 گرام، دیسی گھی یا پھر زیتون کا تیل 250 گرام لیں۔

پنجیری بنانے کی ترکیب

سب سے پہلے اوپر بتائی گئی مقدار کے مطابق دیسی گھی میں سوجی ملا کر انہیں اچھی طرح بھون لیں، دونوں اجزا کو ہلکی آنچ پر اتنا بھونیں کی وہ لائٹ براؤن ہو جائے، تمام ڈرائی فروٹ کو علیحدہ فرائی پین میں دیسی گھی میں معمولی سا فرائی کریں، اس کے بعد سوجی میں فرائی کئے ہوئے بادام، پستے، چاروں مغز اور فرائی کئے ہوئے مکھانے، گوندھ، کاجو اور اخروٹ شامل کر کے اس میں پسی الائچی اور چینی شامل کر کے اچھی طرح مکس کر لیں، اسے روزانہ ناشتے میں ایک سے دو چمچ کھائیں اور سردی سے محفوظ رہیں یا رات میں بھی اسے کھایا جا سکتا ہے۔

ضرورت سے زیادہ استعمال پر ممکنہ نقصانات:

زیادہ چکنائی والا مواد، اگرچہ صحت مند ہے، اگر زیادہ استعمال کیا جائے تو دل کی صحت پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

ہائی calorie مواد:

پنجیری گھی، گری دار میوے اور چینی کی موجودگی کی وجہ سے calories سے بھرپور ہے۔ ضرورت سے زیادہ استعمال وزن میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے، جو اپنے وزن کو متوازن رکھنے کی کوشش کرنے والوں یا صحت کی مخصوص حالتوں والے افراد کے لیے تشویش کا باعث بن سکتا ہے۔

الرجی کا خطرہ:

گری دار میوے اور بیج، پنجیری میں عام اجزاء، کچھ افراد میں الرجی کو متحرک کر سکتے ہیں۔دیسی گھی سے بنی پنجیری سردیوں کے مہینوں میں ایک لذیذ اور غذائیت سے بھرپور آپشن پیش کرتی ہے۔اس کے غذائی اجزاء اور توانائی کو بڑھانے والی خصوصیات کی صف اسے ایک مقبول انتخاب بناتی ہے۔تاہم، مجموعی صحت سے سمجھوتہ کیے بغیر فوائد حاصل کرنے کے لیے احتیاط سے استعمال ضروری ہے۔

فقہی مسائل

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن

سوال: رسول اللہ ﷺ کی ولادت کس تاریخ کو ہوئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 9 ربیع الاول کو پیدا ہوئے یا 12 کو دلائل کی روشنی میں جواب عنائیت فرمائیں۔

جواب: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک 12 ربیع الاول کو ہوئی۔ یہی صحیح قول ہے۔ 12 ربیع الاول یوم میلاد ہے۔ ابن اسحاق نے اس کی تصریح کی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں عفان بن سعید بن سینا حضرت جابر اور بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام الفیل (جس سال ابرہہ کے ہاتھیوں نے کعبہ پر چڑھائی کر کے اپنی تباہی کا سامان کیا تھا)، بروز پیر 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ اسی تاریخ اور دن کو بعثت ہوئی، اسی کو معراج آسمانی ہوئی، اسی تاریخ کو ہجرت اور اسی تاریخ کو وفات ہوئی اور جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد 2 ص 260 طبع بیروت، سیرت ابن ھشام جلد 1 صفحہ 158 طبع مصر)

سوال: قرآن مجید غلطی سے گر جانے پر کیا کفارہ ہے؟

قرآن مجید غلطی سے گرنے کا مالی کفارہ (جیسے ہدیہ وغیرہ دینا) تاوان کا کوئی ثبوت احادیث یا فقہ میں ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید اگر غلطی سے گر جائے تو کوئی کفارہ نہیں ہے۔ بس اللہ تعالی سے معافی مانگیں۔ اگر کوئی چاہے تو حسب توفیق صدقہ کر دیں۔

سوال: کیا ننگے سر اور جوتے پہن کر قرآن پاک کی تلاوت کی جاسکتی ہے؟

آفس میں اگر کام نا ہو تو کرسی پر بیٹھے ہوئے کمپوٹر پر یا قرآن پاک کو ٹیبل پر رکھ کر تلاوت کی جا سکتی ہے جبکہ پاؤں میں جوتے بھی ہیں سر بھی ننگا ہے اور ہر آنے جانے والے سے سلام اور گفتگو بھی ہوتی ہے

جواب: یہ تمام باتیں خلاف ادب ہے۔ بحیثیت مسلمان اپنی عظیم الشان کتاب قرآن مجید جو کہ کلام اللہ ہے کی تعظیم و توقیر ہم پر ضروری ہے۔

قرآن مجید سے فیوضات اور برکات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تعظیم اور احترام کیا جائے۔ اس کا باقی کتابوں کی طرح نہ مطالعہ ہو اور نہ ننگا سر اور جوتوں سمیت تلاوت کیا جائے۔ شریعت میں کسی اور کتاب کو چھونے کے لیے وضو کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور نہ ہی کسی اور کتاب کے لیے جلد اور غلاف کا اہتمام کیا جاتا ہے لہذا یہ اللہ مجدہ کا کلام ہے اس کی تلاوت کے آداب ضرور ملحوظ خاطر ہوں۔

دوران تلاوت گفتگو کرنا یہ بھی آداب کے خلاف ہے اس لیے فالتو گفتگو سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی عظیم کتاب پڑھنے اور اسکی توقیر کی توفیق عطا کرے۔

سوال: کیا ایصال ثواب کے لیے قرآن کریم قبرستان لے جا کر پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! قبرستان میں قبر کے پاس بیٹھ کر مردے کو ایصال ثواب کے لیے تلاوت قرآن کر سکتے ہیں۔

سوال: مزارات پر پھول چڑھانے اور چراغاں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہیں، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا۔

(بنی اسرائیل، 17: 44)

”کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح (کی کیفیت) کو سمجھ نہیں سکتے، بے شک وہ بڑا بردبار بڑا بخشنے والا ہے“۔

معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز اپنی زبان اور حال کے مطابق اللہ تعالیٰ کی پاکی بولتی ہے ہاں مگر ہر چیز کی تسبیح کو ہر ایک نہیں سمجھتا۔ اہل ایمان کی قبروں پر جو سبزہ گھاس وغیرہ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے اور اس کا ثواب قبر والے کو پہنچتا ہے نیک ہے تو اس کے درجات بلند کیے جاتے ہیں گناہگار ہے تو اس کی مغفرت ہوتی ہے اور عذاب میں تخفیف کا باعث ہے۔ قبروں اور مزارات پر لوگ پھول چڑھاتے ہیں اس کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ سبزہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تکبیر و تہلیل کرے گا اور اہل قبور کو اس کا ثواب ملتا رہے گا جب تک ہرا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب دیا جارہا تھا۔ فرمایا:

إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا. (بخاری، الصحیح، 1: 458، رقم: 1295)

ان کو عذاب دیا جارہا ہے اور کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا، ایک پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک سبز ٹہنی لی اور اس کے دو حصے کیے۔ پھر ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ شاید ان کے عذاب میں تخفیف رہے جب تک یہ سوکھ نہ جائیں"۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

أن المعنى فيه أنه يسبح ما دام رطبا فيحصل التخفيف ببركة التسبيح وعلى هذا فيطرد في كل ما فيه رطوبة من الأشجار وغيرها وكذلك فيا فيه بركة كالذكر وتلاوة القرآن من باب الأولى.

"مطلب یہ کہ جب تک ٹہنیاں (پھول، پتیاں، گھاس) سرسبز رہیں گی، ان کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں کمی ہو گی بنابریں درخت وغیرہ جس جس چیز میں تری ہے (گھاس، پھول وغیرہ) یونہی بابرکت چیز جیسے ذکر، تلاوت قرآن کریم، بطریق اولیٰ باعث برکت و تخفیف ہیں، وھو اولی ان ینتفع من غیرہ اس حدیث پاک کا زیادہ حق ہے کہ بجائے کسی اور کے اس کی پیروی کی جائے"۔

(عسقلانی، فتح الباری، 1: 320، دار المعرفۃ بیروت)

دیوبندی عالم شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

"در مختار میں ہے قبر پر درخت لگانا مستحب ہے۔۔۔ اور فتاوی عالمگیری میں قبر پر پھول چڑھانا، ڈالنا بھی ہے"۔

(انور شاہ کشمیری، فیض الباری شرح صحیح بخاری، 3 : 72، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)

دیوبندی عالم شیخ رشید احمد گنگوھی کا مؤقف درج ذیل ہے:

ابن عابدین (شامی) نے فرمایا ہری جڑی بوٹیاں اور گھاس قبر سے کاٹنا مکروہ ہے خشک جائز ہے جیسا

کہ البحر و الدرر اور شرح المنیہ میں ہے۔ الامداد میں اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب تک گھاس، پھول، پتے، ٹہنی سر سبز رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے اس سے میت مانوس ہو گا اور رحمت نازل ہو گی۔ اس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر سبز ٹہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور جن دو قبروں کو عذاب ہو رہا تھا ایک ایک ٹہنی ان پر رکھ دی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ جب تک یہ خشک نہ ہو نگی ان کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں کمی رہے گی کیونکہ خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل سر سبز کی تسبیح ہوتی ہے کہ ہری ٹہنی کی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔ اس ارشاد پاک کی پیروی کرتے ہوئے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ قبروں پر پھول، گھاس، اور سر سبز ٹہنیاں رکھنا مستحب ہے۔ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے یہ جو ہمارے زمانہ میں قبروں پر تر و تازہ خوشبودار پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنی قبر میں دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔

(رشید أحمد گنگوھی، لامع الدراری علی جامع البخاری، 4 : 380، المکتبۃ الاِمدادیۃ، باب العمرۃ، مکۃ المکرمۃ)

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اور امام طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرمایا ہے:

أفتی بعض الأئمۃ من متأخری أصحابنا بأن ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث.

”ہمارے متاخرین ائمہ احناف نے فتویٰ دیا کہ قبروں پر جو پھول اور ٹہنیاں رکھنے کا دستور ہے اس حدیث پاک کی رو سے سنت ہے“۔ (ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، 2: 53، دار الکتب العلمیۃ لبنان، بیروت)، (طحاوی، حاشیۃ علی مراقي الفلاح، 1: 415، المطبۃ الکبری الامیریۃ بولاق، مصر)

امام طحاوی مذکورہ عبارت کے ساتھ مزید اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وإذا کان یرجی التخفیف عن المیت بتسبیح الجریدۃ فتلاوۃ القرآن أعظم برکۃ.

”اور جب ٹہنیوں کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف کی امید ہے تو تلاوت قرآن کی برکت تو اس سے کہیں زیادہ بڑی ہے“۔ (طحاوی، حاشیۃ علی مراقي الفلاح، 1: 415، المطبۃ الکبری الامیریۃ بولاق، مصر)

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

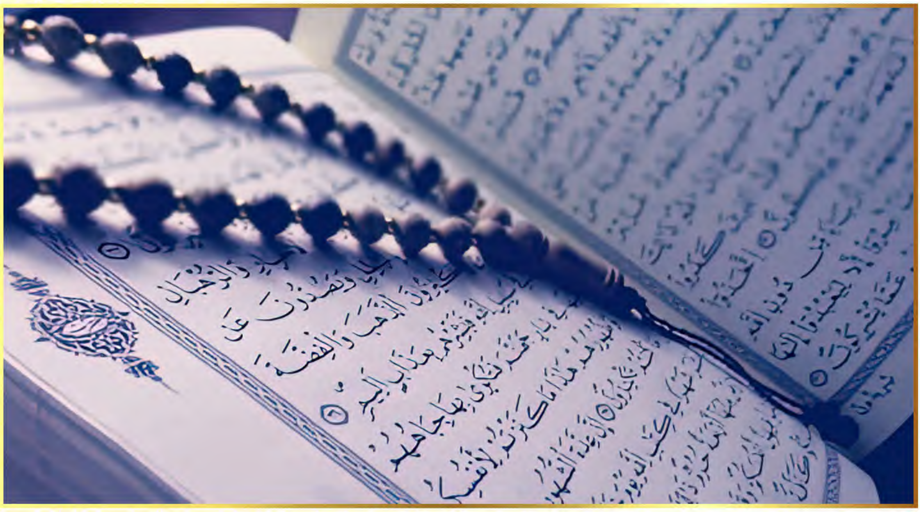

وذهب المحققون من المفسرين وغيرهم إلى أنه على عمومه... استحب العلماء قرأة القرآن عند القبر لهذا الحديث لأنه إذا كان يرجى التخفيف بتسبيح الجريد فبتلاوة القرآن أولى.

''محققین، مفسرین اور دیگر ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ حدیث پاک عام ہے۔۔۔ علماء نے اس حدیث پاک کی روشنی میں قبر کے پاس تلاوت قرآن کو مستحب کہا ہے اس لیے کہ جب ٹہنی کی تسبیح سے تخفیف کی امید ہو سکتی ہے تو تلاوت قرآن سے بطریق اولیٰ امید کی جا سکتی ہے''۔(نووی، شرح صحیح مسلم، 3 : 202، دار اِحیاء التراث العربي بیروت)

ذیل میں زیرِ بحث مسئلہ سے متعلق فقہائے کرام کی آراء پیشِ خدمت ہیں:

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وضع الورود والرياحين على القبور حسن وإن تصدق بقيمة الورد كان أحسن.

''گلاب کے یا دوسرے پھول قبروں پر رکھنا اچھا ہے اور ان پھولوں کی قیمت صدقہ کرنا زیادہ اچھا ہے''۔ (الشیخ نظام وجماعة من علماء الهند، الفتاوی الهندية، 5: 351، دار الفكر)

یہ حقیقت تو بے غبار ہو گئی اور حق بات روشن ہو گئی کہ مسلمانوں کی قبروں پر پھول رکھنا، پتے، ٹہنیاں اور گھاس اگانا، رکھنا مسنون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ہے اور اس کی جو وجہ بتائی کہ صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور یہ عمل عام ہے قیامت تک اس کو نسخ نہیں کیا جا سکتا، کوئی کلمہ گو اس کا انکار نہیں کر سکتا اور مزید کسی کی تائید کی ضرورت نہیں تاہم، ہم نے تبرعاً اکابر ائمہ اہل سنت کے اقوال پیش کر دیئے ہیں۔ اب بھی کوئی نہ سمجھے یا نہ سمجھنا چاہے تو اس کو اللہ ہی سمجھائے۔ اہل ایمان کو اطمینان ہونا چاہیے کہ ان کا یہ عمل سنت نبوی ﷺ ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم انتہاء پسند ہیں اعتدال و توازن جو اسلامی احکام و تعلیمات کا طرہ امتیاز ہے ہمارے ہاں مفقود ہے۔ ایک انتہا تو یہ ہے کہ سنت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا سوچے سمجھے آنکھیں بند کرکے بدعت اور نہ جانے کیا کیا کہہ کر حرام کہہ دیا جو سراسر زیادتی اور احکام شرع کی خلاف ورزی ہے دوسری طرف جائز و مستحسن بلکہ سنت سمجھنے والوں نے اس سنت کے ساتھ اتنی بدعات جوڑ دیں کہ الامان والحفیظ۔

مزارات صالحین کے پاس موم بتیاں جلانے اور چراغ روشن کرنے کی اصل صرف یہ ہے کہ زائرین کسی وجہ سے دن کو زیارت قبور کے لیے نہیں آسکتے رات کو وقت ملتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں قبرستان تک پہنچنے کے لیے اور صاحب مزار تک آرام سے پہنچنے کے لیے اور زائرین کی سہولت کے لیے رات کے وقت موم بتی یا چراغ وغیرہ کے ذریعہ روشنی کا انتظام کیا جاتا تھا تاکہ رات کو آنے جانے والوں، تدفین کرنے والوں اور زائرین کو تکلیف نہ ہو اور وہ روشنی میں بآسانی آجا سکیں یہ چراغاں عام راستوں میں قبرستانوں اور مساجد وغیرہ میں ہوتا تھا اور آج بھی بوقت ضرورت ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے اور اس کے جواز بلکہ استحباب میں کوئی شبہ نہیں۔

علامہ امام شیخ عبدالقادر الرافعی الفاروقی الحنفی تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین میں لکھتے ہیں:

"اچھی بدعت (نئی بات) جو مقصود شرع کے موافق ہو سنت کہلاتی ہے پس علماء اور اولیاء اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا، ان کی قبروں پر پردے، عمامے اور کپڑے ڈالنا جائز ہے جب کہ اس سے مقصد لوگوں کی نظروں میں ان کی عظمت کا اظہار کرنا ہو تاکہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں یونہی اولیاء و صلحاء کی قبر کے پاس قندیلیں اور شمعیں روشن کرنا تعظیم و اجلال کی بنا پر ہے اس میں ارادہ اچھا ہے۔ زیتون کے تیل اور موم بتیاں اولیاء اللہ کی قبروں کے پاس روشن کی جاتی ہیں یہ بھی ان کی تعظیم و محبت ہے لہٰذا جائز ہے اس سے روکنا نہیں چاہیے"۔

(عبدالقادر الرافعی، تقریرات الرافعی علی حاشیہ ابن عابدین، 2 : 123)

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

"بعض فقہاء نے صالحین و اولیاء کی قبروں پر غلاف اور کپڑے رکھنے کو مکروہ کہا ہے فتاویٰ الحجۃ میں کہا قبروں پر غلاف چڑھانا مکروہ ہے۔

لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم و تکریم مقصود ہے تاکہ وہ قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں اور تاکہ عاجزی و انکساری پیدا ہو اور غافل زائرین میں ادب پیدا ہو تو یہ امور جائز ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اگرچہ نئی چیز ہے"۔(ابن عابدین شامي، ردالمحتار، 6 : 363، دارالفکر بیروت)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمان کی قبر پر پھول چڑھانا بھی مسنون ہے اور زائرین کی سہولت کے لیے رات کو چراغ جلانا یا روشنی کرنا بھی کار خیر ہے اس سے لوگوں کو آرام اور صاحب قبر کی عزت و عظمت کا اظہار ہوتا ہے یونہی غلاف چڑھانا بھی مزارات و صاحبان مزارات کی تعظیم و تکریم کا اظہار کرنا ہے مگر آج کل بعض مزارات و مقابر پر جو جہالت، فضول خرچی، گمراہی اور ماحول کی پراگندگی و تعفن پیدا کیا جاتا ہے وہ سراسر فضول، اسراف اور جہالت و گمراہی ہے۔

Maximize Your Mornings Unlock Your Day's Potential

Hadia Saqib Hashmi
Research Associate, ICRIE

How we begin our morning often determines the quality of our day. A morning routine can set the tone for productivity, mental clarity, and emotional well-being. It is crucial to start the day right in a fast-paced world where we are constantly juggling work, family, and personal responsibilities. This isn't just a matter of ticking off tasks—it's about creating a foundation for spiritual, physical, and mental growth. Whether you're a busy mother, a single woman preparing for the day ahead, or someone trying to find a balance between the various roles in life, establishing a fulfilling morning routine can be transformative.

Across many cultures, and particularly in Islam, the early hours are regarded as sacred. The Quran highlights the spiritual significance of the early morning in Surah Al-Isra:

"Establish prayer at the decline of the sun [from its meridian] until the darkness of the night and [also] the Quran at dawn. Indeed, the recitation of dawn is ever witnessed."(Quran 17:78)

The Prophet Muhammad (PBUH) also encouraged starting the day early, saying:

"O Allah, bless my nation in their early mornings."(Sunan Ibn Majah)

This divine guidance, along with modern research, suggests that structuring the morning well can enhance productivity and instill peace and purpose throughout the day.

Spiritual Start: Nourishing the Soul

The best way to begin your day is by nourishing the soul. In many traditions, starting the day with prayer and gratitude is key. In Islam, the Fajr prayer is the first of five daily prayers, and it is performed just before dawn. Even though it requires discipline, Waking up for Fajr is seen as a deeply rewarding practice. Allah says:

"By the dawn and by the ten nights."(Quran 89:1)

These early moments of the day, when the world is still quiet and peaceful, provide the perfect opportunity for introspection and connection with the Divine—reciting the Quran after Fajr is highly recommended, as the time when the angels witness the recitation. Starting the day with prayer brings spiritual blessings and fosters a sense of calm and focus for the day ahead.

Additionally, cultivating gratitude is a simple yet powerful way to begin the day. After prayer, take a moment to reflect on the blessings you have in your life, no matter how small they may seem. It could be something as basic as waking up with a healthy body, having food to eat, or being surrounded by loved ones. As the Quran beautifully reminds us:

"If you are grateful, I will surely increase you [in favor]."(Quran 14:7)

This practice can significantly shift your mindset, allowing you to start the day on a positive note.

Physical Well-being: Energizing the Body

Our bodies are remarkable gifts, and caring for them is essential to leading a fulfilling and productive life. A well-balanced morning routine

should include practices that energize and rejuvenate the body. After tending to your spiritual needs, focusing on physical well-being becomes crucial to ensuring you feel physically prepared for the day's demands. By incorporating healthy habits, such as morning exercise, hydration, and proper nutrition, you improve your physical health and enhance mental clarity and emotional balance.

Exercise is one of the simplest and most effective ways to energize the body in the morning. Physical activity helps stimulate blood flow, oxygenate the brain, and release endorphins, the "feel-good" chemicals that naturally improve your mood. You don’t need to engage in a strenuous workout to experience these benefits; even light movement, such as stretching, yoga, or a brisk walk, can invigorate your body. For those who enjoy a more intense workout, running, cycling, or strength training can be incredibly energizing and contribute to long-term fitness goals. The key is to choose an activity that suits your lifestyle and fitness level—consistency is more important than intensity.

Stretching or yoga in the morning can be particularly beneficial, especially for those who spend long hours sitting or working at a desk. Stretching helps loosen tight muscles, improve flexibility, and prevent injuries. It also promotes better posture, reducing your back and neck strain. A simple morning routine of stretches or yoga poses can help increase circulation, reduce stiffness, and promote relaxation. Yoga, in particular, benefits the body and mind, as it incorporates mindful breathing techniques that encourage mental clarity and focus.

For those short on time, even a 10- to 15-minute walk can significantly affect your energy levels. Walking outdoors exposes you to fresh air and natural light, which can help regulate your circadian rhythm—the internal clock that governs your sleep-wake cycle. Exposure to natural light in the morning also helps increase serotonin production, a hormone that boosts your mood and promotes feelings of well-being. Walking, especially in nature, can also serve as a form of moving meditation, allowing you to reflect and clear your mind as you prepare for the day ahead.

After moving your body, it's essential to hydrate. After several hours of sleep, the body is naturally dehydrated, and drinking water in the morning is one of the simplest ways to kick-start your metabolism and wake up your digestive system. Proper hydration helps improve cognitive function, boost energy levels, and maintain healthy skin. Drinking a glass of water first thing in the morning can also aid in detoxifying the body by flushing out toxins that have built up overnight. For an added boost, you can squeeze fresh lemon juice into your water, which is rich in vitamin C and helps stimulate digestion.

Nutrition is another cornerstone of physical well-being, and breakfast is often considered the day's most important meal. A healthy, balanced breakfast gives your body the nutrients it needs to function optimally. It replenishes glucose levels, the brain's primary energy source, and fuels your muscles for physical activity. Skipping breakfast or eating foods high in sugar and unhealthy fats can lead to sluggishness, irritability, and poor concentration.

A nutritious breakfast should balance protein, fiber, healthy fats, and complex carbohydrates. For example, a bowl of oatmeal topped with fresh fruit and nuts provides sustained energy, while eggs paired with wholegrain toast and avocado offer a combination of protein and healthy fats that keep you full for longer. Smoothies made with leafy greens, fruits, and a source of protein, such as Greek yogurt or plant-based protein powder, are quick, easy options packed with vitamins and minerals. By nourishing your body with wholesome foods in the morning, you lay the foundation for steady energy levels and improved focus throughout the day.

Additionally, it's important to consider moderation in eating, as advised by the Prophet Muhammad (PBUH), who said:

"The son of Adam does not fill any vessel worse than his stomach. It is sufficient for the son of Adam to eat a few mouthfuls to keep him going." (Sunan Ibn Majah)

This Hadith reminds us to eat in moderation and avoid overeating, which can lead to sluggishness and discomfort. Smaller, nutrient-dense meals can help maintain energy levels without overwhelming the digestive system.

Incorporating these simple yet powerful habits into your morning routine will help you feel physically energized and mentally sharp. Exercise, hydration, and a balanced breakfast not only improve your overall health but also directly impact your mood, productivity, and ability to handle stress throughout the day. When you prioritize your physical well-being, you are better equipped to tackle the day's challenges with strength and vitality, allowing you to give your best self to your personal, professional, and spiritual endeavors.

Mental and Emotional Well-being
Cultivating a Positive Mindset

Just as we nourish our bodies, it's equally important to cultivate mental and emotional well-being each morning. One of the simplest yet most effective practices is mindfulness. Taking just a few moments to center yourself can help alleviate stress and bring clarity. This could involve meditation, deep breathing exercises, or even sitting silently with a clear mind.

In an Islamic context, mindfulness can also be achieved through dhikr, the remembrance of Allah. Repeating phrases such as "SubhanAllah" (Glory be to Allah) or "Alhamdulillah" (Praise be to Allah) not only brings peace to the heart but also reminds us of our greater purpose. Starting your day with dhikr can be calming, ensuring that you approach challenges with patience and resilience.

In addition to mindfulness, consider integrating positive affirmations into your morning routine. These are simple statements that you can repeat to yourself to reinforce positive beliefs and attitudes. Examples might include, "I am capable of handling whatever comes my way today," or "I am grateful for the opportunities that today brings." By affirming your

strengths and capabilities, you can approach the day with confidence and optimism.

Another critical aspect of mental well-being is planning and prioritization. Mornings are a great time to reflect on your goals for the day. Making a to-do list or reviewing your schedule helps create a sense of structure, preventing you from feeling overwhelmed. You can stay organized and focused by breaking tasks into smaller, manageable steps, reducing stress and increasing productivity.

A Morning Routine for Personal Growth and Academic Success

For women, especially those studying or focusing on personal development, mornings offer a unique opportunity to create a solid foundation for the day. Whether preparing for a career, working toward academic goals, or dedicating time to self-improvement, establishing a purposeful morning routine can set the tone for success and fulfillment.

As a student, managing your time efficiently is crucial. Mornings are an ideal time to focus on your academic goals before the distractions of the day begin. Start by incorporating habits that support both your spiritual growth and academic progress. After prayer and some light physical activity to energize the body, dedicate a portion of your morning to reviewing your studies, reading a few pages from a textbook, or completing assignments. Studying during the quiet morning hours can significantly enhance your focus and retention.

Beyond academics, this period of life is also an opportunity for personal growth. The Prophet Muhammad (PBUH) emphasized the importance of seeking knowledge:

"Whoever treads a path in seeking knowledge, Allah will make the path to Paradise easy for him."(Sunan Abu Dawood)

You can further invest in yourself by learning something new outside of your formal studies. Whether it's reading a book for self-development, listening to an educational podcast, or learning a new skill, these morning activities can enrich your mind and broaden your horizons. This balance

between academic success and personal growth ensures that you are preparing for exams and building a foundation for lifelong learning and self-improvement.

Incorporating a mindful morning routine into your student life or personal development journey can also foster resilience. Taking time to reflect on your goals, nurture your skills, and build your relationship with Allah will help you remain grounded and confident, whether navigating the demands of education or pursuing your personal aspirations.

A Morning Routine for Mothers Finding Balance Amidst Chaos

For mothers, especially those with young children, mornings can often feel chaotic. However, carving out even a small amount of time for yourself before the day's demands begin can make a significant difference in how you handle stress and responsibilities.

As a mother, waking up before your children—even for just 10 to 15 minutes—can allow you the quiet time needed for Fajr prayer, reflection, and a moment of peace. Starting your day calmly and centered helps you approach the rest of the day with more patience and clarity, which is essential when juggling multiple tasks.

The Prophet Muhammad (PBUH) was known for being gentle and patient with his family, and mothers, too, can emulate this trait by starting their mornings with a calm mind and heart. Integrating your children into your morning routine as they wake up can also be a source of joy. Encouraging them to participate in simple acts of worship, like saying a short dua or practicing gratitude, can help create a positive family dynamic.

Physically, it can be challenging for mothers to find time for themselves. However, simple stretches, breathing exercises, or even a brief walk can help release tension and boost your energy levels. A healthy breakfast is also crucial—eating nutrient-rich foods gives you the strength to meet the day's demands, ensuring you have the stamina to care for your family and yourself.

Balancing personal care with motherhood is not easy, but establishing a structured morning routine allows you to find moments of peace and joy in even the busiest days.

Conclusion:

For both men and women, whether married or single, the key to an effective morning routine is finding balance. By weaving together spiritual practices, physical health, and mental well-being, you can establish a routine that nourishes your mind, body, and soul. Mornings provide a fresh opportunity to set clear intentions, cultivate a positive mindset, and prepare yourself physically, mentally, and emotionally for the day ahead.

Each morning is a new beginning—a chance to align your actions with your goals and values. By fostering a routine that supports spiritual growth, physical vitality, and mental clarity, you create a foundation for a productive, balanced day. This mindful approach to your morning can increase focus, emotional well-being, and a stronger sense of purpose. How we start our day ultimately shapes the quality of our lives, helping us face challenges with resilience and gratitude while steadily moving toward our goals and aspirations.

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیرِ اہتمام ملک بھر میں انعقاد پذیر سالانہ میلاد النبی ﷺ کانفرنسز (2024) کی تصویری جھلکیاں

فتح جنگ باہتر (اٹک غربی)

بھمبر آزاد کشمیر

پاکپتن شریف

گوجرانوالہ

ملتان

مردان

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM OCT-2024
LAHORE
Regd CPL No.45

وِراثت اور وصیت

(احکام و مسائل)

- تقسیمِ وِراثت کی شرعی صورتیں کیا ہیں؟
- ترکہ کی تقسیم سے قبل اگر وُرثا میں سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو کیا وہ میراث میں سے حصہ پائے گا؟
- جس کا کوئی وارث نہ ہو اُس کی میراث کا حکم کیا ہے؟
- ترکہ میں کتنے مال کی وصیت کی جا سکتی ہے؟
- کیا اِنسان بطور عطیہ اپنے جسم کے اَعضا کی وصیت کر سکتا ہے؟
- کیا زندگی میں کسی کو وارث بنایا جا سکتا ہے؟
- کیا بیوہ کو ملنے والی پنشن میں فوت شدہ کے والدین کا حصہ ہو گا؟
- اگر بھائی، بہن کی کفالت کرتا ہو تو کیا وہ بہن کو حقِ ترکہ سے محروم کر سکتا ہے؟
- کیا ذہنی یا جسمانی معذور بہن بھائیوں کا وِراثت میں حصہ ہوتا ہے؟
- عاق شدہ اَولاد کے لیے وِراثت کا حکم کیا ہے؟
- یتیم پوتے کی وِراثت کے بارے میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا موقف کیا ہے؟
- کیا وِراثت میں عورت کا حصہ کم ہوتا ہے؟
- کیا عورت کی کفالت اور جہیز حقِ وِراثت کے قائم مقام ہو گا؟

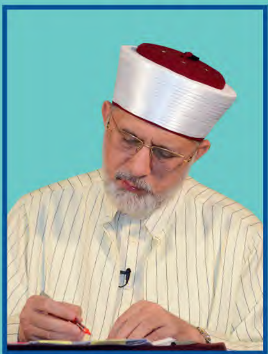

اِس نوعیت کے تمام سوالات کے جوابات جاننے کے لیے
"سلسلۂ تعلیماتِ اِسلام" کی 19ویں کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔